طالب زبان طوطیٔ دهلی نژاد را
جز در دهان بلبل آمل ندیده ام

تذکره

طالب آملی

(معه انتخاب کلام)

جہانگیر کے دربار کے ملک الشعراء طالب آملی
حیات مع تبصرہ بر کلام و انتخاب کلام

مولفه
لیفٹننٹ کرنل خواجه عبدالرشید

۱۹۶۵ء
کراچی

طالب زبان طوطیٔ دہلی نژاد ز
جز در دہان بلبل آمل ندیدہ ام

تذکرہ

طالب آملی

(معہ انتخاب کلام)

شہنشاہ نورالدین جہانگیر کے دربار کے ملک الشعراء طالب آملی
کے سوانح حیات مع تبصرہ بر کلام و انتخاب کلام

مولفہ

لیفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید

۱۹۶۵ء

کراچی

جملہ حقوق محفوظ

طباعت اول	۱۹۶۵ء
تعداد	ایک ہزار
مطبع	فیروز سنز کراچی

قیمت پانچ روپے

ملنے کا پتہ

۱- فیروز سنز - بندر روڈ ، کراچی

۲- کتاب محل - الفنسٹن اسٹریٹ - کراچی

۳- زوار بک ڈپو - انویرسٹی روڈ - صدر - کراچی

صاحب طرز شگفتہ نگار اور شاعر ابن انشاء مرحوم
کی یاد میں [illegible] ترقی اردو [illegible]
کی لائبریری [illegible] کی جاتی ہے

فہرست

۱ — انتساب

۲ — تاریخ اشاعت — از حضرت حفیظ ہوشیار پوری

۳ — کار عشق — از ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی — ۷
ایم - اے- پی - ایچ - ڈی

۴ — نشۂ صہبا — از مؤلف — ۱۱

۵ — بہ حباب اندر

نام اور ولدیت — ۱۳
ولادت اور وفات — ۱۷
خاندانی حالات — ۲۵
تعلیم — ۲۸
ورود ہندوستان اور سیاحت — ۳۸
تعلقات و روابطہ — ۴۳
دیوان کے مختلف نسخے — ۵۰

۶ — انتخاب کلام

مثنویات — ۶۳
غزلیات — ۷۱
رباعیات — ۱۲۵

۷ — اشاریہ — ۱۳۱

۸ — کتابیات — ۱۳۶

من ان نوام زان بودم سپم از خو | بوی تو دلم بر ربود عقیم زخود
یکرنگ توام چنانکه هنگام عتاب | نیمی ز تو آزرده شوم نیم از خود

صاحبش را مراد حاصل باد
کاتبش را خدا یامرزاد

اللهم اغفر لصاحبه ولقایله ولکاتبه ولقاریه ولمن نظر فیه
ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء
منهم والاموات انک مجیب الدعوات برحمتک یا ارحم الراحمین

نوشته بماند سیه بر سفید | نویسنده زنیست فردا امید

نوشته بماند بخط غریب
که نصر من الله فتح قریب

تحریر فی التاریخ سیم ماه
محرم الحرام سنه ۱۰۶۳

آخر دیوان خطی طالب آملی **از نسخه** مملوکه شیخ محمد دین، معه تاریخ تحریر و تاریخ وفات طالب و نام خطاط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

طالب آملی پر یہ پہلی کتاب، میں بصد احترام اپنے دادا، نانا، اور ان کے چھوٹے بھائی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جنکے فارسی ادب کے ذوق نے اس صدی کے اوائل میں کئی ایک ادیبوں اور شاعروں کی روح کو تازگی بخشی۔

الحاج خواجہ کریم بخش مرحوم
خان بہادر خواجہ رحیم بخش مرحوم
خواجہ امیر بخش مرحوم

حکیم احمد شجاع۔ بی۔ اے۔ (علیگ) ان بزرگوں کے متعلق رقمطراز ہیں :

''خواجہ رحیم بخش، خواجہ کریم بخش، خواجہ امیر بخش، اس مجلس کے روح رواں تھے، ان کی جرأت تنقید اور جوہر شناسی نے اس زمانے کے نوجوان ادیبوں اور شاعروں کی تربیت میں وہ حصہ لیا جو ان کے اپنے جوہر کمال کے تقاضات ارتقا سے کسی طرح کم نہیں۔ اس زمانے میں سر محمد اقبال جبتک اپنا کلام پہلے ان بزرگوں کو نہ سنا لیتے تھے، اسے کسی مجلس میں نہ پڑھتے تھے''۔

(خون بہا۔ ص ۱۹۹۔ مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور۔ ۱۹۴۳ء)

تاریخ اشاعت تذکره طالب آملی
از
حفیظ هوشیار پوری

خواجهٔ ما صاحب طبع نکو
تذکرهٔ طالب آمل از او
در طلب سال اشاعت حفیظ
بهر چه گشتی نگران چار سو
پائے طلب را بکشیده برون

ب = ۲

"تذکرهٔ شاعر آمل" بگو

۱۹۶۷ — ۲ = ۱۹۶۵

کار عشق

دکتر خواجه عبدالحمید عرفانی
(ایم - اے- پی - ایچ - ڈی)

متن مقدمه و کتاب تذکره طالب آملی را تصفح میکردم - از تحقیق و تفحص مؤلف استفاده و از خواندن اشعار منتخب طالب لذت می بردم - بے اختیار مصراع مرحوم رضائی شاعر وارسته و اهل حال تهته "بلے این کار عشق این کار عشق است،، بر زبانم جاری شد - طالب بدون تردید یکی از قوی ترین و معروف ترین شعرأ دورۂ شاهان تیموری در شبه قاره هند و پاکستان می باشد - ولی دیوان او هنوز بزیور طبع آراسته نشده و به استثنای عده معدودے مردم شبه قاره و ایران با ملك الشعرا دربار جهانگیر شاه (که در تاریخ نظم و نثر فارسی و همچنین در تاریخ مشترك فرهنگی و ادبی ایران و پاکستان و هند معروفیت دارد) آشنائی ندارد - انتظار می رفت که دیوان طالب یا انتخاب نسبتاً مفصل وقانع کننده‌ای از اشعار دلپذیرش با مقدمه و حواشی توسط یکی از استادان ادبیات فارسی یا موسسئه فرهنگی چاپ و منتشر شود - اما سالها گذشت و هیچ اقدامی برائے احیأ آن شاعر که علاوه بر مقام شعری اش رابطه بسیار خوبی بین در کشور همسایه وهم فرهنگ وهم کیش است نکردیم و امروز انتخاب دیوان ملك الشعرا طالب آملی با مقدمه و تدوین سرهنگ خواجه عبدالرشید مدیر موسسه بزرگ طبی و بیمارستان جناح چاپ و بدست

دوستداران زبان شیرین فارسی میرسد ـ دکتر خواجه عبدالرشید در فن تحقیق و مقابله مهارت کم نظیری از خود نشان می دهد و در انتخاب اشعار تنوع و وسعت فکر و بیان شاعر را بطرز دلپذیر و جالبی عرضه داشته و در اظهار عقیده خود دربارهٔ شعر بعضی از شعرا معروف جرأت و شهامت بخرج داده است ـ این امر ممکن است کسانی را که کارشان تحقیق و مقابله و مقایسه در ادبیات است به مطالعه و تحقیق جدید تحریك و راهنمائی کند ـ دکتر رشید با چاپ این کتاب حقائق نوین آشکار نموده و برائ متخصص ادبیات فارسی در تازه ای کشوده است ـ

دکتر عبدالرشید آثار متعددی در رشته های متنوع و مختلف از قبیل تاریخ، روا نشناسی و معرفت النفس، فکر و فلسفه اقبال، و تحقیق در مسائل دینی دارد و در اغلب نوشته هایش ابتکارو دید خصوصی از خود نشان داده است ـ اما تذکره طالب آملی نخستین اثر ادبی او میباشد ـ اینجا باید متذکر شد که دکتر رشید زبان فارسی راحتی باصطلاح عموسی بدرس هم نخوانده زیرا در تمام مدتی که دانشجو بود مطالعات او در رشته های فزیك وکیمیا، و طب بوده و بعد از پایان تحصیلات رسمی و اخذلیسانس در طب وارد خدمت در ارتش گردید ـ در زمان جنگ جهانی دوم برائش تصادف تاریخی رخ داد ـ باین معنی که برائ مدتی در ایران ماموریت پیدا کرد ـ دکتر رشید عشق و علاقه به آثار صوفیائ بزرگ اسلامی که اغلب آنها از خاك پاك ایران بودند از نیاگان خود با ارث برده و زمینه فکری او برائ اکتساب و فهم زبان و ادبیات فارسی آماده بود ـ در مدت کوتاهی که دکتر رشید در ایران بسر برد علاوه بر یاد گرفتن زبان عموعی

فارسی بمطالعه آثار بزرگان ادب و عرفان پرداخت و بعد از مراجعت بکشور خود نیز مطالعات خود را دنبال نمود و در مدت نسبتاً بسیار کوتاهی راه صد ساله را پیمود و باهمه گرفتاریهای اداری اطلاعات وسیعی و امعان نظر در قال صاحبان حال مانند میرزا عبدالقادر بیدل، مولوی، و اقبال پیدا کرد ـ ومن کمتر کسی را می شناسم که مانند دکتر عبدالرشید از راه دل براه دانش وارد و از سرچشمه اصلی عرفان بقدر ظرف خود سیراب شده باشد ـ

من از مطالعه آثار علمی و تاریخی و عرفانی مولف بهره برده ام ولی فکر نمی کردم که او در تالیف و تصنیف کتابی مانند تذکره طالب آملی پیش قدم شده و در سنجش انواع شعر فارسی، بالاخص شعر لطیف سبك هندی آنقدر مهارت و ذوق و قریحه ادبی نشان دهد ـ آری همانطوریکه گفتیم این کار غیر مترقبه کار عشق است ـ

درباره متن اشعار طالب باید بگویم که دکتر رشید از قدیمی ترین نسخه خطی دیوان طالب که ضمناً صحیح ترین نسخ آن است استفاده نموده است ـ این مخطوطه در سال ۱۰۴۲ هجری یعنی فقط شش سال بعد از وفات ناهنگام شاعر نوشته شده و هنوز نسخه قدیمی تری دیده نشده است ـ استاد سعید نفیسی دانشمند شهیر ایرانی هنگام مسافرت بپاکستان در سال ۱۹۵۶ عیسوی با دکتر رشید در جهلم ملاقات و نسخه دیوان طالب را ملاحظه کردند ـ بقول استاد شهیر این نسخه بسیار خوب و قدیمی میباشد ـ قول پرفیسور آربری (مستشرق معروف انگلیسی) را خود مولف در مقدمه نقل کرده است ـ

دکتر رشید در مقدمه محققانه خود با مراجعه به تذکره های موجوده با قرائن بسیار قوی تاریخ تولد و تاریخ وفات و همچنین

تاریخ اعطاً لقب ملك الشعرائی را تعین و ضمناً اطلاعاتی سفید جمع آوری کرده است ـ نظر باهمیت تاریخی این مقدمه باید هر چه زود بفارسی ترجمه شود ـ

انتخاب اشعار

در انتخاب و تدوین اشعار مولف ذوق و قریحه بسیار خوبی بکار برده و اشعاری را نقل کرده است که از حیثیت تنوع و باریکی فکر و همچنین از حیثیت زبان و لفظ وسعت فکر و جامعیت کلام شاعر را بخوبی معرفی نماید و اگر چنانچه در تائید گفتهٔ خود اشعاری نقل کنم سخن بدرازا می کشد ـ بهتر همان است که خود آفتاب دلیل آفتاب باشد ـ

بی مناسبت نخواهد بود اگر اینجا اشاره‌ای شود که درمیان دکترهای طب آقای سرهنگ تنها کسی نیست که با شعر و ادبیات فارسی عشق و علاقه داشته و بکار تقریظ و تنقید و تالیف پرداخته باشد ـ ازمیان معاصرین که من شخصاً میشناسم میتوان استاد سعید نفیسی دانشمند شهیر ایران، دکتر جهان شاه صالح رئیس دانشگاه تهران، دکتر نصرة الله کاسمی و دکتر داریوش صبور را نام برد ـ

خلاصه راه دل برهمه کس باز است و خوش بحال کسانیکه بتوانند برائ چند لحظه از گرفتاریهای عقل مادی رهائی پیدا کرده گرفتار دل شوند و کارهائی مانند سرهنگ دکتر عبدالرشید انجام دهند ـ

توفیق مولف را از خداوند متعال مسئلت دارم

حمید عرفانی

کراچی — ۸ ژوئن ۱۹۶۵ء

نشۂ صہبا

منکر نشوی گر بہ غلط دم زنم از عشق
کایں نشہ بمن گر نبود با دگرے ہست

شعر و ادب کا شوق حقیقتاً ایک نشہ ہے۔ اور اس کا کیف کچھ وھی جانتے ھیں جو اس سے پوری طرح سرشار ھوں۔ وہ ھر جرعہ میں کچھ اور ھی کیف پاتے ھیں۔ خواہ وہ خانہ ساز ھو یا نہ ھو۔ اس طرح یہ شوق بڑھتے بڑھتے ادبی نوادر پر بھی حاوی ھو جاتا ھے۔

راقم الحروف کو شروع ھی سے ایسے شہ پاروں کی فراھمی کا شوق رھا ھے۔ اسلئے جہاں کہیں بھی کوئی نادر چیز نظر آئی اسے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ حسن اتفاق سے ایک عزیز کے پاس شہنشاہ جہانگیر کے ملک الشعرا، طالب آملی، جسے ''بلبل آمل،، کے نام سے یاد کیا جاتا ھے، کے دیوان کا قلمی نسخہ دکھائی دیا۔ یہ دیوان، جیسا کہ میں مقدمہ میں بالتفصیل واضح کروں گا، بڑا کمیاب ھے۔ میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور عزیز مذکور سے بہ صد مشکل اجازت حاصل کر کے اسکے چیدہ چیدہ اشعار نقل کر لئے۔ ایسے کہ اس جز سے کل کا بخوبی اندازہ کیا جا سکے۔ انتخاب اسی ترتیب سے دیا گیا ھے جس سے یہ دیوان مرتب ھوا ھے۔ تحقیق سے یہی پتہ چلتا

ھے کہ یہ مخطوطہ طالب کا غالباً سب سے قدیم مستند نسخہ ھے ۔ اور اس کا مختصر انتخاب کی شکل ھی میں سہی، منظر عام پر لایا جانا ضروری ھے تاکہ تمام اھل علم اس سے استفادہ کر سکیں ۔ بنابریں اس انتخاب کو ایک مقدمہ کے ساتھ، جس میں شاعر، اسکے حالات، دیوان اور خصوصیات کلام پر روشنی ڈالی گئی ھے، پیش کیا جا رھا ھے ۔ میری بڑی خوش قسمتی ھے کہ اللہ تعالی نے مجھے علم و ادب کی اس ناچیز خدمت کی توفیق بخشی ۔

میں نے اپنی بساط کے مطابق شاعر کے کلام پر نظر ڈالی ھے اور اس کا دوسرے نامور شعرا سے موازنہ بھی کیا ھے ۔ میں رفیق خاور صاحب کا بے حد ممنون ھوں کہ انھوں نے از راہ کرم مقدمہ پر نظر ڈالی ھے اور قیاس و نظر سے کام لیتے ھوئے بڑی جانفشانی اور دیدہ وری سے، جو حقیقۃ داد طلب ھے، نقل شدہ اشعار کا متن بھی درست کیا ھے ۔ جس کے لئے میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ھوں ۔ میں اپنے محسن ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا چاھتا ھوں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر دیباچہ لکھا ۔ آپ سے بہتر اسوقت مجھے اور کوئی شخص نظر نہیں آیا ۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے ۔ آمین ۔ آخیراً میں اپنے محبوب دوست حضرت حفیظ ھوشیار پوری کا شکریہ ادا کرنا چاھتا ھوں جنھوں نے بڑی کد و کاوش سے تاریخ اشاعت لکھکر مرحمت فرمائی ۔ حفیظ علاوہ ایک بزرگ شاعر ھونے کے فن تاریخ گوئی کے بھی استاد ھیں اور محتاج تعارف نہیں ۔

عبدالرشید

۲۱ - مئی ۱۹۶۵ع
کراچی

به حباب اندر

۱۔ نام اور ولدیت ۲۔ ولادت اور وفات ۳۔ خاندانی حالات ۴۔ تعلیم ۵۔ ورود ہندوستان اور سیاحت ۶۔ تعلقات و روابط ۷۔ دیوان کے مختلف نسخے۔

(۱)

آمل، ایران کے شمال میں مازندران کا ایک قصبہ ہے۔ طالب آملی یہیں کا رہنے والا تھا۔ ''آتشکدۂ آذر،، (مخطوطہ کتب خانہ قومی عجائب گھر کراچی) میں لکھا ہے : ۔

''طالب از شعرائے آمل ست۔ مدتے در ہندوستان بخدمت شاہ سلیم از معتبرین بود۔ صاحب دیوان ست۔ در شاعری طرز خاصے دارد۔،،

اسی کتاب کے نسخہ مطبوعہ چاپ خانہ پیروز میں ایک جملہ یوں لکھا ہے : ''صاحب دیوان است و در شاعری طرز خاصے ، کہ مطلوب شعرائے فصیح نیست، دارد۔،، (ص ۸۷۰ : ۲)

طالب آملی کا اصل نام فہرست مخطوطات کتب خانہ خدا بخش بانکی پور میں محمد طالب آملی اور دوسرے مقام (بحوالہ تذکرہ میخانہ) پر مولانا سید محمد طالب آملی لکھا ہے۔ ہندوستان میں آنے سے پہلے کے حالات ناپید ہیں۔ درحقیقت

طالب نے ایران کو بہت چھوٹی عمر میں خیرباد کہہ دیا تھا۔ ہمارے پاس فی الحال کوئی ذریعہ نہیں کہ ان چند برسوں کے حالات پر کچھ روشنی ڈال سکیں۔ صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ جب اس نے ایران چھوڑا تو کاشان، مرو، توران اور قندھار ہوتا ہوا پنجاب پہنچا۔ خود طالب کی ایک رباعی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایران چھوڑنے کے بعد توران آیا :

طالب ببر از یاد پریشانی را طے کن ورق بے سروسامانی را
بکشائے زباں کہ اہل توراں بینند دستاں زنیٔ بلبل ایرانی را

ملا عبدالنبی فخر الزمانی قزوینی ''تذکرہ میخانہ،، میں لکھتے ہیں :—

''آں نادرۂ عصر، فرید زمان و وحید دوران خود است۔ آن قدر اہلیت و استعداد کہ با اوست با دیگر شعرائے ایں ایام نیست . . . آں بلبل دستاں سرا درین سال کہ سنہ عشرین و الف (۱۰۲۰) بود بدارالخلافۂ آگرہ آمد، نکتہ دانے از آمل مازندران است۔ در وطن خود بہ سن رشد و تمیز رسیدہ در مقام انتظام نظم شدہ تا سررشتۂ آں بدست آوردہ است۔ در اول جوانی و نوبہار زندگانی از مسکن خروج نمودہ بدارالمومنین کاشان آمدہ در آنجا متوطن شد و تاہل اختیار کرد۔ ابتدائے نشو و نمائے او در شہر مذکور واقع شد . . . . . بعد از اندک ترددے بشہر مرو رفت و چندے در خدمت ملکشن خان . . . . . بسر برد . . . . . بعد از انقضاء آب خورد، ہوائے سیر دارالامان ہندوستان . . . . . جلوہ گر شد،، (ص ۳۸۴)

ملا عبدالنبی بعدہ، کہتے ہیں : —

"اما چوں طالب از ملکشں خان جدا گردید، اول بار بہ قندھار آمد۔ " (ص-۳۸۶)

پھر غازی ترخان کا ذکر کر کے لکھا ہے :—

"در ہماں سال کہ سن عشرین و الف (۱۰۲۰ھ) بود بہ دارالخلافۂ آگرہ آمد" ۔ (ص-۳۸۶)

غازی ترخان، جہانگیر کی طرف سے قندھار کا حکمران تھا۔

طالب نے قندھار میں رہنے کا ذکر اپنی ایک غزل میں کیا ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے : —

دلا مزاج ترا قندھار در خور نیست
بیا کہ دیدہ ام از اشک، ملک پنجاب است

اس سے پتہ چلتا ہے کہ قندھار اسے راس نہیں آیا۔ اس نے پنجاب کو پسند کیا اور قندھار سے یہاں چلا آیا۔

"نگارستان پارس" میں مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں : —

"اول اول مازندران کے حاکم، میر ابوالقاسم کی مدح میں چند قصیدے لکھے مگر وہاں ترقیٔ اقبال کے راستے مسدود دیکھ کر کاشان چلا آیا۔ اس جگہ اس کی شاعری نے بڑے پر پرزے نکالے۔ یہاں تک کہ جب زور کلام سے دل قوی دیکھا تو مرو میں آیا کہ ملکشں خان شاہ عباس صفوی کی طرف سے

یہاں حکومت کرتا تھا۔ اس کی شان میں مدحیہ قصیدے لکھے اور اپنے آپ کو اس کے دربار میں پہنچایا۔ مگر یہاں بھی خاطر خواہ معاوضۂ سخن نہ پا کر وطن کے بہانے سے ہندوستان کا رخ کیا اور ایک رباعی لکھ کر روئے ایران کو سیاہ کر کے ادھر آ گیا کہ دوبارہ نہ پھرا : —

طالب ! گل ایں چمن بہ بستاں بگذار
بگذار کہ می شوی پریشاں بگذار
ہندو نہ برد تحفہ کسے جانب ہند
بخت سیۂ خویش بایراں بگذار

طالب کے ورود ہندوستان سے پہلے کے حالات ہمیں زیادہ دستیاب نہیں ہو سکے۔ درحقیقت اس پر ابھی تک بہت کم کام ہوا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد کے بعد مولانا شبلی نعمانی اور ایڈورڈ براؤن نے کچھ معلومات بہم پہنچائی ہیں مگر طالب کی زندگی کے متعلق ان بزرگوں نے بھی کوئی تفصیل فراہم نہیں کی۔ براؤن کا بیان تمامتر شبلی سے مستعار ہے۔ شبلی کے بعد ایک مختصر سا مضمون صوفی غلام مصطفےٰ تبسم کے قلم سے عرصہ ہوا ''نیرنگ خیال،، میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون سے کچھ استفادہ شیخ محمد اکرام نے ''ارمغان پاک،، میں کیا ہے اس کتاب میں طالب کا جو انتخاب شامل ہے وہ بھی اکرام صاحب کی فرمائش پر صوفی تبسم نے فراہم کیا تھا۔ یہ انتخاب ''شعر العجم،، کے انتخاب سے مختلف ہے۔

جو نسخہ اس وقت میرے پیش نظر ہے وہ دنیا کے تمام

مخطوطوں سے زیادہ اہم ہے۔ اس کا بیان میں تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحوں میں کروں گا۔ جب میں نے اس دیوان کی تفصیل پروفیسر آربری کو کیمبرج میں لکھ کر بھیجی اور ان سے دیگر دواوین کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے لکھا:

"آپ کو بلاشبہ ایک بہت دلچسپ اور قیمتی مخطوطہ مل گیا ہے۔ میں نے کتب خانوں کی فہرستیں دیکھی ہیں اور سمجھتا ہوں کہ دیوان طالب آملی نادر نہیں ہے۔ لیکن آپ کا نسخہ اگر سب سے پرانا نہیں تو ہمارے نسخے سے دو سال زیادہ پرانا ضرور ہے۔ برٹش میوزیم میں جو نسخہ موجود ہے اس پر سنہ ۱۰۴۴ھ کی تاریخ لکھی ہے۔ اس لحاظ سے یہ مخطوطہ آپ کے نسخہ سے دو سال بعد کا ہے۔ انڈیا آفس لائبریری اور کیمبرج یونیورسٹی کی بوڈلین لائبریری میں بھی اس دیوان کے چند نسخے موجود ہیں لیکن یہ سب بہت بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔" (مکتوب بنام راقم الحروف مورخہ — ۹ جون ۱۹۵۳)

(۲)

طالب کی ولادت کے متعلق ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے اس کا تعین کیا جا سکے۔ البتہ چند قرائن ایسے موجود ہیں کہ اس کی تاریخ وفات سے حساب لگا کر تاریخ پیدائش کا کچھ اندازہ کیا جا سکے۔ سب سے پہلی بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ طالب عین جوانی میں وفات پا گیا۔ یہ "عین جوانی" کی اصطلاح کچھ ٹھیک معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ عین جوانی کا وقت سن بلوغت سے لے کر تقریباً تیس

برس تک سمجھا جاتا ہے۔ اس عمر کے بعد انسان جوانی سے نکل کر پختگی کی عمر میں داخل ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ صحیح تصور کرلیں کہ طالب عین جوانی میں مر گیا تو پھر ہمیں یہ باور کرنا ہوگا کہ جب اس نے ایران چھوڑا تو اس وقت اس کا بچپن تھا، جو صحیح نہیں، کیوں کہ خروج ایران کے وقت وہ پختہ اشعار کہنے کا اہل تھا۔ چنانچہ ہمیں اس کے چند قصائد کا حوالہ ملتا ہے۔ جو اس نے ملکشن خان کی تعریف میں کہے۔

''شعر العجم،، جلد سوم ص ۱۷۹ پر مولانا شبلی لکھتے ہیں ''طالب نے سنہ ۱۰۳۶ھ میں یعنی جہانگیر کے مرنے سے ایک برس پہلے، عین شباب میں وفات پائی،،۔ جہانگیر کی وفات سنہ ۱۰۳۷ھ میں واقع ہوئی۔ ہمارے اس نسخہ کے اخیر میں کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قطعہٴ تاریخ وفات طالب آملی موجود ہے۔ یہ قطعہ ملا صبوری مشہدی نے شاعر کی وفات پر کہا تھا۔ اس قطع سے تاریخ وفات سنہ ۱۰۳۵ھ نکلتی ہے نہ کہ سنہ ۱۰۳۶ھ، جیسا کہ مولانا شبلی نے لکھا ہے۔ قطعہ ملاحظہ فرمائیے : —

از چرخ بگو ز رفتن طالب داد
کامروز ادائے نظم از پا افتاد
تاریخ وفاتش از خرد جستم، گفت
حشرش بعلی ابن ابی طالب باد

'' آتشکدۂ آذر،، مطبوعہ چاپ خانہ پیروز میں آقائے حسن

سادات ناصری نے ایک مفصل نوٹ لکھا ہے۔ اس میں یہ قطعہ یوں درج ہے : —

داد اے فلک از مردن طالب، ہاں داد
امروز بنائے نظم از پا افتاد
تاریخ وفاتش ز خرد جستم گفت
حشرش بعلی ابن ابی طالب باد

''کلمات الشعراء،، کے ایک حاشیہ میں لکھا ہے : —

''تاریخ وفاتش 'سرش بعلی ابن ابی طالب باد، یافتہ اند،،

اس سے تاریخ وفات سنہ ۱۰۳۶ ھ نکلتی ہے۔ مندرجہ ذیل ماخذوں میں اسی کا تتبع کیا گیا ہے : —

۱ - شمع انجمن ۲ - خلاصتہ الاشعار ۳ - شعر العجم ۴ - خزانۂ عامرہ ۵ - ید بیضا ۶ - نتائج الافکار ۷ - ریاض الافکار ۸ - صحف ابراھیم ۹ - میخانہ ۱۰ - فہرست نسخہ خطی کتاب خانہ بوڈلین -

ہمارے پیش کردہ قطعہ سے اس تاریخ میں ایک سال کا فرق ہے۔ لیکن ان تمام مآخذ سے ہمارا نسخہ سب سے قدیم ہے۔ اسلئے ہم اس کو زیادہ اہمیت دیں گے۔

مرتب نے اس مادۂ تاریخ کے مصنف کا نام نہیں دیا۔ تذکرہ ''مے خانہ،، (ملا عبدالنبی مرتبہ مولوی محمد شفیع ۱۹۲۶ء ص ۳۸۸) میں لکھا ہے :

''طالب در عین شباب، سنه ۱۰۳۵ھ، یا بقول دیگر در سنه ۱۰۳۶ھ فوت شد۔ 'حشرش بعلی ابن ابی طالب باد، تاریخ شد۔ بقول ریو (679/PII)۔''
۱۰۳۵ھ

اور موت کی وجہ بحوالہ ''سرو آزاد'' یوں بیان کی ہے:۔
''کارش در آخر ایام حیات او به جنون انجامید'' گویا دماغی خلل کی وجہ سے اس کی زندگی تمام ہوئی۔ اس بیماری کی خبر ہمیں اور کسی ذریعے سے نہیں ملتی۔ شبلی نے غالباً تاریخ وفات یہیں سے لی ہے۔

''تزک جہانگیری'' سے پتہ چلتا ہے کہ جب طالب کو ملک الشعرا کا خطاب ملا تو اس وقت اس کی عمر بیس برس کی تھی۔ اور خود ملا عبدالنبی نے اس تاریخ کا تعین تفصیل کے ساتھ ان الفاظ میں ''میخانہ'' میں کیا ہے:۔

''بعد از مدتی به تقریبی که سبب آن بریں ضعیف ظاهر نیست مفارقت ز خدمت آن خان عالیشان اختیار نموده بدارالخلافهٔ آگره آمد و در مقر سلطنت جہانگیری بشرف خدمت مسند آرائے سریر وکالت و زینت دهندهٔ کرسی وزارت وزیر اعظم دارالامان مدار المہامی فرماں روای هندوستان اعتماد الدوله العلیه العالیه که دریں ایام خجسته فرجام رای عالم آرائش شمع شبستان مملکت شاهنشاهی و فکر صواب اندیشش کلید عقده کشائے جہانگیر بادشاهی است، مشرف شد۔ آن مبارک وزیر همایوں مشیر طالب آملی را در خدمت خود نگاه داشت و در صدد تربیت او شد تا نشو و نما یافت۔ بعد از اندک ایامے خود باعث

از و یاد رشد طالب گردید و آو را داخل بساط بوستان محفل عظمت و شوکت بادشاه جهان پناه آسمان جاه سلیمان دستگاه شاه نور الدین محمد جهانگیر بادشاه گردانید ۔ آن منتخب نکته سنجان دراندک زمان جوهر خویش بر فرمان روای دارالامان هندوستان شهریار جهان بخش جهان ستان ظاهر ساخت تا در رسن ثمان عشرین و الف (سنه ۱۰۲۸ ھ که سال چهاردهم جلوس جهانگیری بود) این شاهنشاه گردون اساس، این بادشاه جوهر شناس طالب را ازامثال و اقران برگزیده بخطاب ملک الشعرا مفتخر و سرفراز گردانید،،(ص-۳۸۸)

اس طویل اقتباس سے ظاهر ہے که طالب کو ملک الشعرا کا خطاب سنه ۱۰۲۸ ھ میں ملا ۔ چوں که خطاب بیس برس کی عمر میں ملا تها اسلئے لازم آتا ہے که سنه ۱۰۲۸ ھ میں اس کی عمر بیس برس کی هوگی ۔ خطاب حاصل کرنے کے بعد وہ سات برس زنده رها کیوں که تاریخ وفات قطعهٔ بالا کے مطابق سنه ۱۰۳۵ ھ ہے ۔ اور وفات کے وقت طالب کی عمر ۲۷ برس کی هوگی ۔ اگر یه قیاس درست ہے تو اس کی پیدائش سنه ۱۰۰۸ ھ میں هوئی هوگی ۔ ۱

---

(۱) اگر یه قرائن درست مان لئے جائیں تو طالب کی پیدائش اور اس کی عمر کے متعلق چند در چند مشکلات پیدا هو جاتی هیں ۔ اول یه که طالب کو ملک الشعرا کا خطاب بیس برس کی عمر میں سنه ۱۰۲۸ ھ میں ملا ۔ دوم، چونکه اس کی وفات سنه ۱۰۳۵ ھ میں واقع هوئی ، اسلئے وہ خطاب حاصل کرنے کے بعد

(باقی صفحه ۲۲ پر)

تاریخ وفات (۱۰۳۵ھ) اور تاریخ خطاب ملک الشعرا (۱۰۲۸ھ) اگر درست ھیں تو اس بات سے یہ حقیقت قطعی طور پر واضح ھو جاتی ھے کہ سنہ ۱۰۲۸ھ میں

سات برس زندہ رھا۔ سوم، طالب کی کل عمر ۲۷ برس کی بنتی ھے۔ اگر اس کی وفات سے اس کی تاریخ پیدائش کا اندازہ لگایا جائے تو سال پیدائش سنہ ۱۰۰۸ھ بنتا ھے۔

چہارم، اگر اس کی پیدائش سنہ ۱۰۰۸ھ میں دیگر قرائن کے مطابق درست ھے تو وہ ایران سے آٹھ نو برس کی عمر میں نکل آیا ھوگا۔

پنجم، اگر ایران سے چلنے کے وقت اس کی عمر اتنی کم تھی تو غازی ترخان کے ساتھ اس کے تعلقات بہت کم عمر میں ھوئے اور اس عمر میں غیر یقینی ھے کہ قصیدے اور غزلیں لکھتا چلا آیا ھو۔

یوں معلوم ھوتا ھے کہ جب طالب کو ملک الشعرا کا خطاب ملا تو اس کی عمر بیس برس برس نہیں بلکہ تیس برس ھوگی اور ملا عبدالنبی کا یہ کہنا کہ طالب کی وفات ''در عین شباب،، ھوئی، اس سے مطلب ۳۷ برس ھوگا، ۲۷ برس نہیں۔ اگر یہ قیاس درست نکل آئے تو تاریخ پیدائش سنہ ۹۹۸ھ ھوگی نہ کہ سنہ ۱۰۰۸ھ۔ مصنف ''بزم تیموریہ،، لکھتے ھیں کہ طالب نے ۱۶ برس کی عمر میں تمام علوم حاصل کر لئے

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

طالب کی عمر بیس برس کی تھی، اسلئے وفات کے وقت، سنہ ۱۰۳۵ھ میں، اس کی عمر ستائیس برس کی ہوگی جو عین جوانی کا وقت تھا۔ اگر سنہ ۱۰۳۵ھ میں وفات کے وقت طالب ۲۷ برس کا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس کی پیدائش سنہ ۱۰۰۸ھ کی ہو۔ لیکن اس کے مان لینے سے چند مشکلات پیش آتی ہیں جو یہ ہیں :۔

۱— اس نے ایران کس عمر میں چھوڑا ؟

۲— غازی خان ترخان سے کس عمر میں ملاقات ہوئی ؟

۳— ملکشن خان سے اس کے روابط کس عمر میں پیدا ہوئے ؟

۴— ہندوستان میں کس عمر میں پہنچا ؟

مندرجہ بالا تاریخوں سے یہ بات مان لینی پڑے گی کہ یہ

تھے۔ یقیناً یہ سب کچھ ایران چھوڑنے سے پہلے ہی کیا ہوگا اور صرف قیاس ہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر طالب کا سال پیدائش سنہ ۹۹۸ھ ہو تو سنہ ۱۰۱۴ ھ میں اس کا ورود ہندوستان تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس عمر میں وہ سن بلوغ کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دماغ شاعری کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ ورنہ اگر سنہ ۱۰۰۸ھ کے مطابق اس کی عمر کا اندازہ کیا جائے تو یہ بات قابل یقین نہیں کہ وہ آٹھ برس کی عمر میں غازی خان اور دیگر حکماء مرو و کاشان کی خدمت میں قصیدے لکھ سکتا تھا۔

تمام مراحل طالب نے آٹھ دس برس کی عمر میں طے کر لئیے ہوں گے۔ مگر یہ درست نہیں ہو سکتا۔ اتنی چھوٹی عمر میں قصائد بھی لکھ لئے اور پختگی بھی حاصل کر لی، کچھ بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔

''آتشکدۂ آذر،، مطبوعہ چاپ خانہ پیروز ایران ص ۸۷۱ پر لکھا ہے: ''تاریخ تولدش معلوم نیست اما احتمالاً در حدود سال ۹۹۶ھ می باشد،،۔

اگر یہ قیاس درست ہے، جیسا کہ خود ہمارا نظریہ ہے، تو وفات کے وقت طالب کی عمر تقریباً چالیس برس کی تھی۔ جو زیادہ قرین قیاس نظر آتا ہے۔

طالب کی ایک رباعی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بیس برس کی عمر گذرنے پر لکھی گئی ہوگی اور اس وقت ملک الشعراء کا خطاب مل چکا ہوگا۔ رباعی یہ ہے: —

در جہل گذشت سال عمرم از بیست
باید ہمہ دیدہ گشت و بر من نگریست
آں تخم نہ کشتم کہ پس از مرگ تواں
بر تربت من نوشت کیں مشہد کیست

حکیم رکنا نے، جو طالب کے خالو تھے اور جن کا ذکر آگے آ رہا ہے، اس کی وفات پر ایک رباعی کہی تھی: —

فرزند عزیز و طالب خویشم رفت
زیں واقعہ تا چہ با دل ریشم رفت

من بودم و آں عزیز در عالم خاک
خاکم بر سر کہ آنہم از پیشم رفت!

(۳)

ھمیں طالب کے آبا و اجداد کا ایران میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ البتہ ھندوستان میں ان کے ایک خالو، حکیم رکنا تھے جن کے والد حکیم نظام الدین علی کاشی عہد اکبری میں ھندوستان آ چکے تھے۔ اور شاھجہان کے عہد تک ان کا خاندان یہاں مقیم تھا۔ ممکن ھے طالب کے ورود کا ایک سبب یہ رشتہ بھی ھوا ھو۔ اور ان کے خالو کی کچھ اولاد طالب کی آمد کے وقت بقید حیات ھو۔ ھمیں اس کے علاوہ یہ بھی پتہ نہیں کہ طالب نے شادی ایران ھی میں کر لی تھی یا ھندوستان پہنچ کر کی۔ البتہ ''کلمات الشعراء،، کے مصنف نے اس کے خسر کا نام دیا ھے۔ وہ لکھتا ھے :

''داماد شیخ حاتم از امرایان جہانگیری مرد صاحب کمال و صاحب طبع۔،، (ص ۶۹)

اسلئے احتمال ھوتا ھے کہ طالب نے شادی ھندوستان پہنچ کر ھی کی ھوگی اور اس کا امکان یوں بھی زیادہ ھے کہ ایران کو چھوڑتے وقت وہ کم عمر تھا اور اس نے یہ ذمہ داری اپنے سر نہ لی ھوگی۔

طالب کے ھندوستانی رشتہ داروں میں جس حکیم رکنا کا نام نمایاں نظر آتا ھے وہ حکیم رکنا مسیح کاشی کے نام سے

مشہور ہیں ۔ مرزا صاحب نے شعر و شاعری میں انہیں سے تعلیم پائی تھی ۔

سید صباح الدین عبدالرحمن ''بزم تیموریہ،، میں لکھتے ہیں ''اس کا پورا نام رکن الدین مسعود اور تخلص مسیح ، کبھی مسیحا اور کبھی مسیحی تھا ۔ آبا و اجداد شیراز کے رہنے والے تھے لیکن کاشان میں توطن اختیار کر لیا تھا ۔ طبابت خاندانی پیشہ تھا، اسی لئے حکیم رکنا کاشی کے نام سے بھی شہرت پائی ۔ ایران میں شاہ عباس صفوی کا بھی ندیم خاص تھا مگر کسی سبب سے مکدر خاطر ہو کر شاہ ایران کے دربار سے قطع تعلق کر لیا اور یہ مطلع لکھا :

گر فلک یک صبحدم با من گراں باشد سرش
شام بیروں می روم چوں آفتاب از کشورش

اس کے بعد ہندوستان چلا آیا اور اکبر و جہانگیر کے خوان کرم کی زلہ ربائی کی ۔ کچھ دنوں سہابت خان اور اسکے لڑکے امان اللہ کی خدمت میں بھی رہا ۔ شاہجہان جب تخت پر بیٹھا تو حسب ذیل قطعہ لکھ کر بارہ ہزار روپے انعام میں حاصل کئے : —

بادشاہ زمانہ شاہ جہاں
خرم و شاد و کامراں باشد
بہر سال جلوس او گفتم
در جہاں باد تا جہاں باشد

۱۰۳۷

سنہ ۱۰۴۱ھ میں مشہد اقدس کی زیارت کی۔ اس کے بعد وطن کی طرف مراجعت کی اور وہیں ۱۰۶۶ھ میں وفات پائی ،،۔

حکیم کاشی کا ذکر ''مآثر الکرام،،۔ ''خزانۂ عامرہ،،۔ ''تذکرہ میخانہ،، اور ''کلمات الشعرا،، میں تفصیل سے ملتا ہے۔ میں نے یہاں صرف ''بزم تیموریہ،، کے اقتباس پر اکتفا کیا ہے۔ ''مخزن الغرائب،، میں طویل انتخابات کلام حکیم رکنا کاشی کے ملتے ہیں۔ اس کے دو بھائی، حکیم قطبا اور حکیم نصیرا، کا ذکر بھی تذکروں میں ملتا ہے۔ ''مآثر الامرا،، کا بیان ہے : —

''نصیرا و حکیم قطبا برادران حکیم رکنا بودند۔ نصیرا، خواہر طالبائی آملی، ستی خانم را در حبالۂ نکاح داشت۔ پس از مرگ طالبا، چوں ستی خانم فرزندی نداشت، دو دختر طالبا را بفرزندی قبول کرد و پرورش داد۔ بعداً کلاں را بعقد ازدواج عنایت اللہ خان مخاطب بہ عاقل خان در آورد، و خورد را بقید تزویج حکیم ضیاء الدین مخاطب بہ رحمت خان، پسر حکیم قطبا و برادر زادۂ حکیم رکنا،،۔

اس بیان سے یہ بھی صاف پتہ چل گیا کہ طالب کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔

ستی خانم کے متعلق شاہنواز خان خوانی کے حوالے سے ''مآثر الامرا،، میں مزید مندرجہ ذیل حالات ملتے ہیں : —

''صبیحۂ پرورش کردۂ ستی خانم کہ راتق مہمات مشکوی

اعلیٰ حضرت بود در حبالۂ نکاح داشت ۔ خانم مذکور از اهالئی مازندرانست و خواهر طالب آملی که در عہد جنت مکانی بخطاب ملک الشعرائی سرفرازی یافته ۔ پس از فوت شوہر خود نصیرا برادر حکیم رکنای کاشی با مدار طالع به خدمت گاری ممتاز الزمانی امتیاز اندوخت،،

چونکه وہ ادب شناس تھی، امور خانه داری میں بھی مہارت تامه رکھتی تھی اور علم طب سے بھی باخبر تھی، نیز علم قرأت میں بھی طاق تھی، اس لئے ممتاز الزمانی کی اتالیق مقرر کی گئی ۔ ممتاز الزمانی کی وفات کے بعد اس کا تقرر بطور صدر محل قرار پایا ۔

سرخوش نے ''کلمات الشعرا،، میں بھی کچھ انتخاب دیا ہے ۔ وہ حکیم رکنا کو حکیم رکنائی مسیح کہتے ہیں ۔ اور ان الفاظ میں ان کا ذکر کرتے ہیں : —

''از امرائے صاحب سخن عہد جہانگیری بود ۔ در معنی یابی ید بیضا داشت ۔ بسیار خوش فکر است،، ۔ (ص ۱۰۶)

صاحب ''سرو آزاد،، طالب کی بہن، ستی النساء، کے متعلق لکھتے ہیں : —

'' در عہد شاهجہان مدار المہام محل، شاهی بود ،،

(۴)

''بزم تیموریه،، میں لکھا ہے که ''سولہ[1] برس کی عمر میں

---

۱ — اگر سولہ برس کی عمر میں طالب نے ان تمام علوم

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

اس نے هندسه، منطق، هیئت، فلسفه، تصوف اور خوش نویسی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔،، یه غالباً ایران چھوڑنے سے

کو حاصل کر لیا تھا تو اس سے یہی احتمال ہوتا ہے کہ ایران چھوڑنے سے پیشتر یہ علوم حاصل کر لئے ہوں گے۔ دوران سفر میں تو ایسی تحصیل محال ہوتی ہے۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایران چھوڑتے وقت اس کی عمر کم از کم سولہ برس کی ہوگی۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اس نے ایران کون سے سال میں چھوڑا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو اس کی تاریخ پیدائش کے تعین میں سہولت ہو جائے گی۔

غازی خان ترخان کے ورود قندھار کی تاریخ ''پیر ولایت شدہ مدد،، (۱۰۱۶ھ) سے نکالی گئی ہے۔ اگر اس سن میں اس کی ملاقات طالب آملی سے ہوئی تو پھر یہ باور کرنا پڑے گا کہ طالب ملاقات کے وقت آٹھ سال کا تھا، جو قرین قیاس نہیں۔ اور اگر وہ تمام علوم حاصل کر کے ایران سے نکلا ہے تو اس وقت اس کی عمر، یعنی ۱۰۱۶ھ میں، سولہ برس کی ہوگی۔ گویا پیدائش ۱۰۰۰ھ کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی عمر وفات کے وقت پینتیس برس کی ہوگی اور شبلی کا یہ کہنا کہ طالب عین جوانی میں مرا، غلط ہے۔ ملا عبدالنبی ''سے خانہ،، میں جہاں غازی خان کی وفات کا ذکر کرتا ہے، اس کے لئے ''شباب جوانی،، کے الفاظ استعمال کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس کی عمر سنہ ۱۰۲۰ھ میں پچیس برس کی تھی۔

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

پہلے کا واقعہ ہے اور جب وہ ہندوستان میں وارد ہوا تو ان تمام علوم سے مسلح تھا۔ مولانا محمد حسین آزاد ''نگارستان پارس،، میں لکھتے ہیں : —

''علوم مروجہ ابتدائی سن میں حاصل کر لئے تھے مگر طبیعت ان کے قابل نہ تھی، یا وہ علوم مادر زاد شاعر کے موافق نہ ہوئے۔ اسلئے شاعری ہی ذریعۂ عزت ٹھہرائی،،۔

خود طالب اپنے حصول علم پر ایک قصیدے میں رطب اللسان ہے :—

پا برد زمیں پایۂ اوج عشراتم
و اینک عدد فنم از لاف زیاد است
بر ہندسی و منطقی و ہیئت و حکمت
دستے است مرا کشن ید بیضاء ز عباد است
وین جملہ چو طے شد نمکیں علم حقیقت
کہ استاد علوم است، بریں جملہ مزاد است
در سلسلۂ وصف خط ایں بس کہ ز کلکم
ہر نقطہ سویدائے دل اہل سواد است
پوشم نسب شعر چو دانم کہ تو دانی
کایں پایہ مرا ثامن ایں سبع شداد است

گویا ''شباب جوانی،، اور ''عین جوانی،، کی عمر اس کے نزدیک ۲۵ برس ہے۔

قرائن بتا رہے ہیں کہ جہاں تک طالب کی عمر کا تعلق ہے۔ اس کا یہ قیافہ غلط ہے۔

مولانا شبلی نے بھی ''شعر العجم،، میں طالب کے همه گیر علم کا ذکر کیا ھے اور یه قصیده انھوں نے بھی نقل کیا ھے۔ ملا عبدالنبی صاحب ''تذکره میخانه،، طالب کا همعصر تھا۔ اور جب اس کی ملاقات طالب سے هوئی تو وه بڑا متاثر هوا۔ وه اس کی علمیت اور ذهانت کا اقرار کرتا ھے۔ اس نے لکھا ھے :

''جوانے دید بانواع هنر آراسته۔ عزیزی بملاحظهٔ غور باصناف سخنوری پیراسته۔ در فن شعرا ز امثال و اقران ممتاز و در علم سلوک مردے بے نیاز۔ چناں زود آشنا و خلیق که دریں فن نیز عدیل نداشت و در سخن فهمی و انصاف بمرتبهٔ مقید که دقیقهٔ فروگذاشت در ادراک نمودن ابیات صغیر و کبیر نمی نمود۔،، (ص ۳۸۶)

جهاں طالب نے ایک قصیدے میں اپنی تعریف کی ھے وهاں اپنے علم کے متعلق بڑی انکساری بھی ظاهر کی ھے۔ چنانچه ذیل میں چند اشعار نقل کئے جاتے هیں جن سے اسکے مذهبی رجحان کا بھی پته چلتا ھے : —

ز فیض شکرستان سخن یا رب نصیبم ده
بیان طوطیٔ دادی، زبان عندلیبم ده
غریباں را بهم ربطیست یا رب در جهاں، من هم
غریبم در صف اهل سخن، معنی غریبم ده
چو طفلاں شوخ چشم و بے ادب بودم دریں مکتب
ادیبم داده فیضے، راز آداب ادیبم ده
بجز راه سخن با دوست کافی نیست عاشق را
خدا یا با حبیب خویشتن قرب قریبم ده

خدایا نعمت دیدار می خواهم، نمی گویم
که از باغ بهشت خود ترنج و نار و سیبم ده
چو طالب طبع معنی آفرینم دادۂ یا رب
یکے در چرب گفتاری زبان دلفریبم ده

طالب مذہبی آدمی معلوم ہوتا ہے ۔ اس کی طبیعت کا میلان کسی قدر تصوف کی طرف بھی تھا ۔ چنانچہ اس کی ایک غزل سے عقیدۂ وحدت الوجود کی جھلک نظر آتی ہے ۔ کہتا ہے ۔

شریک در دو جہانیم اگرچہ بیدردیم
بلے بہ مذہب ما صوفیاں وجود یکیست
وجود کے متکثر شود بکثرت خلق
اگر بہ بحر در آید ہزار رود یکیست
ہنر ز قبلہ نما کسب کردہ ام طالب
بہ سمت دوست مرا سر یک و سجود یکیست

طالب نہ صرف مذہبی رنگ میں رنگا ہوا ہے بلکہ شریعت کا بھی پابند نظر آتا ہے ۔ چنانچہ ایک جگہ کہتا ہے : ۔

کم فروغ خرد گیر و نور شرع پذیر
کہ آفتاب شریعت بہ از ستارۂ عقل
گہی بہ مشورت شرع نیز مے کن کار
تمام عمر مرو رہ باستخارۂ عقل
مپیچ گوش ارادت ز حکم نافذ شرع
کہ در اجارۂ شرعی نہ در اجارۂ عقل

عروج پایهٔ معراج مصطفے بنگر
یکے به عذر فرود آ ازیں منارهٔ عقل
به بزم شرع چو ایمانیاں در آ طالب
مکن ز دور چو یونانیاں نظارهٔ عقل

البته طالب ملا کے مذهب سے کچھ بیزار نظر آتا هے۔ ایک شعر میں لکھتا هے : —

طالب از اسلام زاهد کس رخ فیضی ندید
زیں سبب یک عمر با کیش برهمن ساختیم

ایران سے نکلنے کے بعد طالب گھومتا گھامتا قندهار پہنچا۔ یہاں چندے مرزا غازی ترخان کی معیت میں ، جو جہانگیر کی طرف سے حکمران تھا، قیام کیا۔ معلوم هوتا هے ان دونوں کے باهمی تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ غازی ترخان بھی بڑا ادب شناس اور عمده شاعر تھا۔ اس کے هاں بڑے بڑے علماء اور شاعر موجود تھے۔ خود غازی ترخان ''وقاری،، تخلص کرتا تھا۔ عین جوانی میں وفات پائی۔ ''میخانه،، میں جو تاریخ درج هے، وه غلط هے۔ اس تذکرے کے مصنف کے الفاظ یه هیں : —

''مرزا ترخان در سن بیست و پنج که ایام شباب جوانی و ابتدائے نوبہار زندگانی است، در قندهار، در سن عشرین و الف (سنه ۱۰۲۰ ھ)، از ساغر مرگ مدهوش شد و چراغ عمرش خاموش گردید،، (ص ۲۲۹)

دیگر ماخذ کے مطابق سن وفات سنه ۱۰۲۱ ھ هے۔ مثلاً ''ذخیرة الخوانین،، میں وفات کا ذکر یوں کیا گیا هے :-

''درسال سنه ۱۰۲۱ ھ که رایات عالیات جہانگیر در دارالبرکته آجمیر نزول اجلال نموده، خبر فوت مرزا غازی ترخان والئی تهته بمسامع مثالیه رسید ـ مرزا رستم را تعینات تهته فرمودند،، ـ (ص)

سال وفات ''با غازی،، سے بھی نکلتا ھے اور یه بھی ''ذخیرة الخوانین ،، میں درج ھے ـ

''مقالات الشعرا،، (ص ۳۸٦) میں ذیل کے مصرعے سے تاریخ وفات نکالی گئی ھے : ـ

از دست غلام گل بروں رفت دریغ

اس تاریخ کا تعین بہت ضروری ھے کیونکه اس سے پته چلتا ھے که طالب، غازی کی وفات کے وقت هندوستان جا چکا تها کیونکه ''مے خانه،، کے بیان کے مطابق ملا عبدالنبی کی ملاقات اس سے آگره میں سنه ۱۰۲۰ ھ میں هوئی جس کا ذکر هم ابھی کریں گے ـ

همارا خیال ھے که طالب اس وقت قندهار میں موجود نہیں تها اور هندوستان چلا آیا تها ـ ورنه مرزا غازی ترخان کی وفات سے ضرور متاثر هوا هوتا کیونکه ان دونوں کے تعلقات بڑے گہرے نظر آتے هیں ـ دونوں کا قیام قندهار میں بڑا مختصر تها اور پهر دونوں کی یکجائی اس سے بھی مختصر هوگی ـ طالب نے ایک شعر میں غازی ترخان کی مدح سرائی یوں کی ھے : ـ

از میرزای غازی و طالب زمانه یافت
ممدوح تازه ای و ثناخوان تازه ای

طالب کے قندھار میں وارد ہونے کی تاریخ معلوم نہیں۔ البتہ غازی ترخان کے ورود کی تاریخ ایک شاعر نے لکھی ہے۔ جسے صاحب ''مقالات الشعرا،، نے اپنے تذکرے میں درج کیا ہے:—

تاریخ آں ز عقل چو کردم شبے سوال
بشگفت و گفت ''پیر ولایت شدہ مدد،،

سنہ ۱۰۱۶ھ

مگر غازی خان قندھار میں زیادہ عرصے تک نہ رہ سکا۔ چند امرا نے اس کے خلاف جہانگیر کے کان بھر دئے اور غلط فہمیاں پھیلا دیں۔ جہانگیر نے غازی ترخان کو لاہور طلب کیا تو یہ سترہ دن میں قندھار سے سفر کر کے لاہور پہنچا اور ان غلط فہمیوں کو بہ حسن و خوبی دور کر کے لوٹ آیا۔ اس کے واپس آنے کی تاریخ ۱۴ رجب سنہ ۱۰۱۷ھ ہے۔ مرزا کی وفات، جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں، ۱۱ صفر سنہ ۱۰۲۱ھ میں واقع ہوئی۔ اب یہ پتہ نہیں چلتا کہ آیا طالب غازی ترخان کی طلبی پر اس کے ساتھ چلا آیا یا اس کے بعد آیا۔ یا جب کہ غازی دوبارہ لوٹ کر آیا تو اس دوران میں وارد ہندوستان ہوا، یا اس کی وفات کے بعد ادھر آیا۔

قندھار سے چلتے وقت اس نے کونسا راستہ اختیار کیا، اس کا بھی تعین ہم ٹھیک طور سے نہیں کر سکے۔ مختلف روایات ملتی ہیں جن کو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔ خود طالب کا ایک شعر ہے جس کا حوالہ پیچھے دیا جا چکا ہے:

دلا مزاج ترا قندھار در خور نیست
بیا کہ دیدہ ام از اشک، ملک پنجاب است

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قندھار راس نہ آنے کے سبب طالب پنجاب کے خواب دیکھ رہا تھا اور اسی کے راستے ہندوستان میں داخل ہوا۔ مگر اس کا جو تعلق غازی ترخان کے ساتھ تھا اور ان دنوں سندھ کے پایۂ تخت میں علما اور شعرا کا جو دور دورہ تھا، اس سے احتمال ہوتا ہے کہ وہ سندھ ہی میں آیا ہوگا۔ چنانچہ ''احمد گلچین معانی،، جنہوں نے حال ہی میں تذکرۂ ''میخانہ،، ایران سے شائع کیا ہے، طالب کا ذکر کرتے ہوئے، ایک حاشیہ میں تقی الدین اوحدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں : —

''وقتی کہ از ایران بہ ہند عزم کردہ بود، در سندھ بخدمت میرزا غازی وقاری کہ حالتش مذکور خواہد شد، قیام نمود،،

ممکن ہے طالب پہلے قندھار نہ گیا ہو بلکہ ایران سے سیدھا سندھ آ گیا ہو اور بعدہ، جب غازی ترخان کا تقرر جہانگیر نے قندھار میں کیا، تو اس کے ساتھ چلا گیا ہو۔ اور اس کی وفات کے بعد پھر ہندوستان لوٹا ہو۔ اس خیال کی تصدیق ''سدا رنگی،، نے ''سندھ کے فارسی شعرا،، (انگریزی) میں اس طرح کر دی ہے کہ چونکہ ارغون اور ترخان ادبی ذوق رکھتے تھے ،اسلئے ان کے ہاں ایران کے مشہور شعرا اکٹھے ہوئے تھے جن میں طالب آملی بھی تھا۔ مگر اس بیان سے بھی دونوں پہلو نکل سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ طالب ایران سے سیدھا سندھ آیا اور یہاں سے غازی ترخان کے ساتھ قندھار گیا اور دوسرے یہ کہ وہ ایران سے سیدھا قندھار ہی گیا جہاں غازی ترخان سے اس کی ملاقات ہوئی۔ بہرحال یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ''مقالات

لشعرا،، میں طالب کے متعلق یہ بھی لکھا ہے :

'' از شعرای بلاغت آئین و فصحای نزاکت آفرین است ۔ مرزا صائب و مثل وی با شاگردیش قابل ۔ به سندھ آمد ۔ خدمت مرزا غازی وقاری که مذکور شود لازم گرفت و بعد چندی به گجرات رفته ایامی با عبیدالله خان فیروز جنگ بسر برد ۔ از آنجا بدرگاه جهانگیری شتافته ملک الشعرا لقب یافت ۔ در اواخر جنون بر مزاجش طاری شده در عین جوانی درسن ست و ثلاثین و الف (سنه ۱۰۳۶ ھ) در گزشت،، (ص ۳۷۳)

''مقالات الشعرا،، کے اس بیان سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے که غازی ترخان کے ساتھ طالب کی ملاقات سندھ میں ہوئی ۔ اس لئے اگر ہم یہ کہیں که وہ قندھار غازی ترخان کی معیت میں گیا تھا تو غلط نہ ہوگا ۔ بہر حال جس طرح بھی واقعہ پیش آیا ہو، یہ ثابت ہے که طالب سندھ میں ضرور آیا ۔ اور اسی طرف سے ہندوستان میں وارد ہوا ۔ ''مقالات الشعرا،، کے اس بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے که وہ سندھ ہی سے گجرات کی طرف گیا تھا ۔

تذکرہ ''نتائج الافکار،، مولفہ مولانا محمد قدرت الله گوپاموی ہندی میں بھی ہمیں طالب کے متعلق کچھ تفصیلات ملتی ہیں جن سے اس کے غازی ترخان کے ساتھ روابط پر روشنی پڑتی ہے ۔ گوپاموی لکھتے ہیں :

''در عنفوان شباب بوسعت آباد ہند رسید و چندی در اینجا بوده بخدمت میرزا غازی وقاری، که از حضور جہانگیر بادشاہ

بنظامت صوبه قندهار سرفرازی داشت، و بر مراعات و قدر افزائی اهل کمال نظر میگماشت، شتافت و بالطاف فراوان و نوازشات نمایاں اختصاص یافت و قصیدهٔ طولانی در مدح مرزا نگاشت و بعد وفات میرزا غازی بار ثانی به نزهت کدهٔ هند رسیده سرمایهٔ جمعیت و کامرانی اندوخت۔،، (ص ۴۳۹)

(۵)

طالب کے ورود هندوستان کا سب سے بڑا واقعه اس کا جہانگیر کے دربار سے متعارف هونا هے۔ اس نے کس ذریعه سے جہانگیر تک رسائی حاصل کی، اس کے متعلق مختلف بیانات ملتے هیں۔ ''مقالات الشعرا،، کا جو بیان ابھی نقل کیا گیا هے اس سے ظاهر هوتا هے که وه عبیدالله خان فیروز جنگ کے توسط سے جو گجرات میں تھا جہانگیر تک پہنچا۔ ملا عبدالنبی مصنف تذکره ''میخانه،، جو طالب کا هم عصر تھا، لکھتا هے :

''آن بلبل دستاں سرا در هماں سال که سن عشرین و الف بود (سنه ۱۰۲۰ھ) بدارالخلافهٔ آگره آمد۔ ایں ضعیف را مرتبهٔ اول در هند دریں ایام با او ملاقات شد،، (ص ۳۸۶)

ملا صاحب کا یه بیان ناقابل تردید هے۔ اس سے تو یه قطعاً ثابت هو جاتا هے که غازی ترخان کی وفات سے پہلے، جو سنه ۱۰۲۱ھ میں واقع هوئی، طالب قندهار سے آگره پہنچ چکا تھا۔ اگر یه درست هے تو همارا قیاس که وه غازی ترخان کی طلبی کے وقت اس کے ساتھ آیا تھا، غلط قرار پاتا هے کیونکه غازی ترخان کی مراجعت قندهار سنه ۱۰۱۷ھ میں هوئی۔

لہذا طالب اس کی وفات سے پہلے اس کو قندھار میں چھوڑ آیا تھا۔

ملا عبدالنبی ''میخانہ،، میں یہ بھی لکھتے ھیں کہ

''اما چند روزی دراں ایام در آگرہ ماند۔ خواجہ قاسم دیانت خان دو کلمۂ سفارش در باب او بخان عالی شان تہمتن معرکۂ روز جنگ عبیداللہ خان بہادر فیروز جنگ نوشت و آں عزیز را بخدمت آں خان بلند ھمت فرستاد ..... بعد از مدتی بہ تقریبی کہ سبب آں بریں ضعیف ظاھر نیست مفارقت از خدمت آں خان عالی شان اختیار نمودہ بدارالخلافہ آگرہ آمد و در مقر سلطنت جہانگیری بشرف خدمت مسند آرائے سریر وکالت و زینت دھندۂ کرسی وزارت وزیراعظم دارالامان مدارالمہامی فرماں روای ھندوستان اعتماد الدولہ العلیہ العالیہ کہ دریں ایام خجستہ فرجام رای عالم آرایش شمع شبستان مملکت شاھی و فکر صواب اندیشش کلید عقدہ کشائے جہانگیر بادشاھی است، مشرف شد،، (ص-۳۸۷)

ان بیانات سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ طالب اولاً عبیداللہ خان فیروز جنگ کی ملازمت میں رھا اور بعدہ، اعتماد الدولہ کے پاس آگرہ میں آیا جہاں وہ جہانگیر سے متعارف ھوا۔

''نگارستان فارس،، میں مولانا محمد حسین آزاد کہتے ھیں : —

''آخرکار اعتماد الدولہ کی سرکار میں گھس گیا۔ یہاں رہ کر اپنے زور کلام سے اعتماد الدولہ کے دل میں گھر کر لیا۔

کچھ ہم وطنی نے ساتھ دیا ۔ یہاں تک کہ اعتماد الدولہ نے جہانگیر کے دربار میں تعریفوں کے ساتھ پیش کیا ۔ جہانگیر نے اس صاحب کمال کو زمرۂ شعرا میں داخل کیا،، ص۔ ۱۴۷

مگر بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جہانگیر کے دربار میں اس کو دیانت خان مصاحب خاص نے پیش کیا ۔ ہمیں تذکرہ ''مے خانہ،، اور ''نگارستان فارس،، کا بیان درست معلوم ہوتا ہے اور تزک میں جہانگیر خود بھی تو اس کی تصدیق کر دیتا ہے : —

''دریں تاریخ طالب آملی بخطاب ملک الشعرائی خطاب خلعت امتیاز پوشیدہ ۔ اصل او از آمل است ۔ یک چندے بہ اعتماد الدولہ مے بود ۔ چو رتبۂ سخنش از ہمگناں در گزشت در سلک شعرائے پایۂ تخت منظم گزشت،،

جہانگیر کے اس بیان کے بعد کسی قسم کا تردد باقی نہیں رہتا ۔

طالب ہندوستان کے دوران قیام میں دلی اور لاہور بھی گیا ۔ ان شہروں کا ذکر اس کے شعروں میں ملتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے دو شعر پیش کئے جاتے ہیں : —

چہ خوش حالم کہ بعد از مدت یک سالہ مہجوری
خوش و خوش وقت او را دیدم و لاہور را دیدم

طالب زبان طوطئی دہلی نژاد را
جز در دہان بلبل آمل ندیدہ ام

طالب هندوستان سے بہت متاثر تھا ۔ چنانچہ جابجا اس کے کلام میں هندوستان کی مدح میں اشعار ملتے هیں ۔ اس کی ایک غزل کے کچھ اشعار هیں : ——

مرو بدیدن بلبل سوئے چمن طالب
بیا که بلبل مست غزل سرا اینجاست

در آ به هند، به بیں رتبهٔ سخا و سخن
که منبع سخن و معدن سخا اینجاست

به هند جوهریانند قدر فضل شناس
رواج گوهر دانش به مدعا اینجاست

تو فاضلی نظر از قبلهٔ افاضل جوی
پناه فضل جهانگیر بادشاه اینجاست

یه بات نه تهی که طالب هندوستان آکر ایران و آمل کو بهول گیا تها ۔ وه اکثر آمل کو بهی اچهے الفاظ میں یاد کرتا هے اور اس کی خوبیاں بیان کرنے میں دریغ نہیں کرتا ۔ غالباً یه مالی مشکلات هی تهیں جنهوں نے اسے ترک وطن پر مجبور کیا ۔ اور تلاش معاش اسے هندوستان لے آئی ۔ ممکن هے اسے اپنے وطن میں هنر کا کوئی قدرداں نه ملا هو ۔ هندوستان کی شهرت هنرپروری کے لئے زبانزد خلائق تهی ۔ اسے یهاں صله بهی اچها ملا ۔ وطن بیزاری کا ایک شعر ملاحظه هو : —

به غربت بسته ام دل تا قیامت باز نکشایم
وطن بیزارم اما با کسے ایں راز نکشایم

چونکہ طالب، جہانگیر کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد دربار سے منسلک ہو گیا تھا، اسلئے اسے اکثر مہموں میں بھی شامل ہونا پڑتا اور اس دوران میں اس نے جگہ جگہ کی سیر کی۔ چنانچہ اس نے ایک مہم کا ذکر بڑے زور شور سے کیا ہے۔ اس مہم میں اسے دکن جانا پڑا۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں : —

چوں موج زد سپاہ شہنشہ بہ نربدا
ملک دکن باہل دکن گشت غم کدہ
با خویش گفت حاکم آں عرصہ کیں زماں
نے مکر و حیلہ فائدہ دارد نہ شعبدہ
ایں بادشاہ خطۂ دھلیست بی خلاف
با یک جہاں سپاہ بہ ایں کشور آمدہ
ویں شاہ خرم است کہ در بزم بادشاہ
تسلیم کرد و ضامن فتح دکن شدہ

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، طالب اول عبید اللہ خان فیروز جنگ سے گجرات ہند میں متعارف ہوا۔ اسکے بعد وہ گجرات اور مالوہ میں گھومتا پھرتا رہا۔ ایک مرتبہ برسات میں اس کا گجرات سے گذر ہوا اور وہ اسکے مناظر دیکھ کر بڑا متاثر ہوا۔ چنانچہ کہتا ہے : —

در حسرت لعل تو ز ہند مژہ طالب
چنداں یمنی ریخت کہ گجرات یمن شد

طالب نے کشمیر میں بھی وقت گزارا اور سچ تو یہ ہے کہ

جو بھی باھر سے آیا وہ کشمیر کی سیر کئے بغیر نہ لوٹا ۔ طالب کشمیر سے بھی بڑا متاثر ھوا ۔ اس کی ایک پوری غزل اسکی تعریف میں موجود ھے جو بڑی زور دار ھے ۔ اس کے چند اشعار نقل کئے جاتے ھیں :—

بیا کہ مجمع خوبان دلربا اینجاست
کرشمہ ھا ھمہ اینجا و ناز ھا اینجاست

قدم ز نقطۂ کشمیر بر نمی گیرم
مقیم مرکز عیشیم و جائے ما اینجاست

کجا بہشت، کجا بزم بادہ، ای زاھد !
تو دل بجائے دگر بستۂ و جا اینجاست

بکنج گلشن خویشم ھوائے گلشن نیست
کجا روم کہ مرا باغ دلکشا اینجاست

(٦)

طالب کے کچھ تعلقات ھم اس کے ورود ھندوستان کے ساتھ ساتھ بیان کر آئے ھیں ۔ ظاھر ھے کہ جن لوگوں نے اس کی قدردانی کی ان کے ساتھ اس کے تعلقات بہت اچھے ھوں گے ۔ اور اس نے ان کی مدح سرائی بھی کی مگر کچھ لوگ ایسے صاحب ذوق بھی نظر آتے ھیں جن کو خود طالب نے سراھا ھے ۔

مولانا شبلی نے ایسے کئی لوگوں کا ذکر کیا ھے جن کے ساتھ طالب کے تعلقات خاصے گہرے ھیں ۔ اور اس کے قصائد سے اس کی جابجا تصدیق ھوتی ھے ۔ شبلی نے ایک قصیدہ میر ابوالقاسم کی مدح میں نقل کیا ھے ۔ یہ کلام ورود ھندوستان سے پیشتر کا

ہے ۔ شبلی نے شاہ ابوالمعالی کی خدمت میں حاضر ہونے کا واقعہ بھی پیش کیا ہے ۔ طوالت کے خیال سے ہم ان قصائد کو نظر انداز کرتے ہیں ۔ عبید اللہ خان فیروز جنگ کی مدح میں، جس کا ذکر ہم متعدد بار کر آئے ہیں، چند اشعار ہیں : —

بر زبان خامہ وصف خان عالی داشتم
ناگہاں خورشید لوحے سادہ از تحریر شد
صاحب سیف و قلم فرزانہ عبداللہ خان
کز کفش ہم کلک عالی رتبہ، ہم شمشیر شد
آں بلند اقبال صاحب طالع فیروز جنگ
کاتب فتح و ظفر در عہد او تفسیر شد

عرفی (متوفی سنہ ۱۰۲۲ھ) کے ساتھ بھی طالب کے مراسم تھے چنانچہ دو مقامات پر اس کے یہاں عرفی کا ذکر ملتا ہے :—

کسر نفسیت مرا یاد ز عرفی ، طالب
ورنہ وصف گہر قطرہ ز دریا دور است
بہ خاک عرفی اگر طالب ایں غزل خواند
ز تربتش ہمہ گلہائے آفریں روید

شاپور طہرانی کا ذکر بھی اس کے اشعار میں ملتا ہے۔ چنانچہ اس کا ایک شعر ہے : —

بہ خسرو داشتم روی نیازی در سخن طالب
ازو وا سوختم چوں صنعت شاپور را دیدم

جہانگیر کے ساتھ تو شاعر کے تعلقات ظاہر ہی ہیں ۔ وہ

اس کی شاعری ھی کا گرویدہ نہیں، اس کی شخصیت سے بھی متاثر تھا۔ اسی لئے اس نے طالب کو اپنا ملک الشعرا بنایا۔ ورنہ اس کے دربار میں اور بھی بلند پایہ شاعر موجود تھے۔ خلیفہ عبدالحکیم نے ''افکار غالب،، میں ایک واقعہ نقل کیا ھے اور لکھا ھے : —

''جہانگیر شرابی تھا۔ اس کے شعرا دربار میں شراب کے متعلق لطیف مضامین پیش کر کے داد اور انعام حاصل کرنا چاھتے تھے۔ کہتے ھیں کہ ملک الشعراء دربار، طالب آملی، نے یہ شعر پڑھا —

تا ک را سیراب کن اے ابر نیساں در بہار
قطرہ تا مے می تواند شد چرا گوھر شود

تو جہانگیر کو وجد آ گیا اور اس نے حکم دیا کہ شاعر کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے۔ جن موتیوں کی اس نے تحقیر کی تھی وھی اس کو انعام میں مل گئے،، (ص-۱۴۶)

طالب آملی جہانگیر کے بعد کچھ عرصہ زندہ رھا۔ اس عرصہ میں شاھجہان نے اورنگ زیب عالمگیر کی شادی بدیع الزمان شاہ نواز خان کی صاحبزادی دلرس بانو سے کی۔ مصنف ''تذکرۂ شاعرات اردو،، محمد جمیل بریلوی کہتے ھیں کہ چار لاکھ روپے کا مہر بندھا۔ طالب آملی نے اس موقع پر تاریخ کہی : —

دو گوھر بیک عقد دوراں کشیدہ

زیب النساء اسی خاتون کے بطن سے تھیں۔

جہانگیر کی رنگیلی طبیعت نے شراب کا نام ''رام رنگی،، رکھوایا تھا۔ اسے طالب نے ایک شعر میں یوں باندھا ہے : —

مدام منکر صہبا ولیک می گویم
کہ رام رنگئی ما نشہٴ دگر دارد

اعتماد الدولہ، والد نورجہاں بیگم، کے ساتھ تعلقات ہم بیان کر آئے ہیں۔ یہ اس کے محسن تھے اور جہانگیر سے متعارف کرنے کا سبب بنے۔ ان کے متعلق ایک شعر ملاحظہ ہو:

خاک پائے اعتماد الدولہ ام کز روی قدر
برگ سبز آسماں از باغ دولت خیز اوست

''کلمات الشعرا،، میں ملا شیدا کے تعلقات بھی طالب کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ ملا شیدا خود بڑا عمدہ شاعر تھا اور خصوصاً ہجوگوئی میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ طالب اور شیدا کی اکثر چونچیں ہوا کرتی تھیں۔ ملا شیدا ہم عصر ہونے کے علاوہ بڑا شوخ طبع بھی تھا۔ اس ضمن میں سرخوش اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے :—

''مشہور است کہ شاعر ظریف طبع، بی باک، شوخ ذہن، ہجوگو، حاضر جواب بودہ۔ ہجو استاد زماں طالب آملی، کہ از امرای بادشاہی بود، چنیں گفتہ : —

شب و روز مخدوم ما طالبا پٹی جیفہٴ دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبر آمد بجائے کہ دنیاست مردار، طالب سگ است

پیر حسام الدین راشدی صاحب نے مرزا غازی کے ذاتی حالات میں طالب اور وقاری کے تعلقات پر ایک باب لکھا ھے۔ اس میں سے کچھ اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ھیں :-

''طالب آملی مرزا غازی کی بزم ادب کا رکن اعظم تھا۔ غازی کی وفات کے بعد ھندوستان پہنچکر جہانگیر کے دربار میں ملازم ھوا۔ اور ملک الشعرا بنایا گیا۔ معلوم ھوتا ھے کہ مرزا غازی اور طالب ھم طرح غزلیں کہا کرتے تھے۔ کبھی مرزا غازی، طالب کی غزل پر غزل کہتا تھا اور کبھی طالب ان کی غزل پر طبع آزمائی کرتا تھا۔ مرزا غازی کا دیوان موجود نہیں ورنہ معلوم ھو جاتا کہ ھم طرح غزلیں کون کون سی ھیں۔ ھمیں تین شعر مرزا کے ایسے ملے ھیں جن پر طالب آملی نے غزلیں کہی ھیں۔ ان کا ایک شعر یہ ھے۔

بزم عشق است ''وقاری،، بادب باید بود
که دراں جز بلب زخم تکلم کفر است

''مقالات الشعرا،، میں لکھا ھے کہ طالب نے اس کے جواب میں غزل کہی۔ وہ پوری غزل دیوان طالب مملوکہ صوفی تبسم (کتابت ۱۰۵۸ھ) میں موجود ھے۔

بزم عیش است درو شکوۂ انجم کفر است
آشنا کردن لب جز به تبسم کفر است
موبمو قفل زباں باش که در مذھب عشق
با بتاں جز بلب زخم تکلم کفر است
تا ستم ھست بکن جور و ستم با عاشق

که بدیں مست بد آموز ترحم کفر است
آب در چشمهٔ خورشید نمانده عیسیٰ
خوں بدست آر که با خاک تیمم کفر است
لب خاموشی عاشق چو شود زمزمه جوش
بلبل ناطقه را یاد ترنم کفر است
همه طفلان جنوں منتظر الهام اند
پیش این طائفه تعلیم و تعلم کفر است
نشتر موعظه را کند زباں کن ''طالب،،
پیش ما کاوش زخم دل مردم کفر است

مرزا غازی کی غزل کے دو شعر هیں : —

چشمم بدامن مژه چنداں گهر فشاند
کز چیدنش ز کار دو دست زمانه ماند
آوارگان کوی ترا تا نظاره کرد
بلبل ز فکر ساختن آشیانه ماند
(رحیمی، ج ۲، ص ۳۵۲)

طالب کی اس پر غزل هے : —

در سر خمار غم ز شراب شبانه ماند
عشرت سفر گزید و مصیبت بخانه ماند
چنداں گریستم که بعمری پس از وفات
گلبانگ هائی و هوئی بگوش زمانه ماند
مستوبهٔ وصال میسر نه شد مرا
شطرنج عشق بازئی ما غائبانه ماند

دردا که دست و مشقب اندیشه شد فگار
ناسفته گنجہائے گہر در خزانه ماند
بر شاخ سدره بال فشاں شد تدرو روح
مشتی پر شکسته دریں آشیانه ماند
جاں در لباس بوسه وداع لبم نمود
وانگه بیادگار دراں آستانه ماند
در هم عنانیٔ تو ز دست نسیم و گل
بر توسن صبا اثر تازیانه ماند
مشاطه چوں نسیم صبا غوطه زد بمشک
تاری مگر ز موئے تو در دست شانه ماند
تا شد زبان خامهٔ ''طالب،، سخن سرای
صد بلبل بلند صفیر از ترانه ماند

صاحب ''مے خانه،، نے ذیل کا شعر (نسخهٔ صوفی تبسم) طالب کی طرف منسوب کیا ہے لیکن دیوان طالب میں اس زمین کی غزل میں یه شعر موجود نہیں ۔

با محرمان زلف توام سینه صاف نیست
تا قتل همرهم، چه نسیم و چه شانه را

طالب کی غزل یه ہے :

از باده بر فروز رخ شاهدانه را
یوسف نگار کن در و دیوار خانه را
ارباب وعده گرد رکابت گرفته اند
آتش عناں مساز سمند بہانه را

آشفتگی زیارت دل می کند مگر
با سنبل تو قرب و جواریست شانه را
آن ترک مست کیست در آماجگاه حسن
کز تیر غمزه کرد مشبک نشانه را
مطرب نوائے ساده کم از هیچ نوحه نیست
مرغوله ریز کن سر زلف ترانه را
گرد نشان سجدهٔ روح القدس شود
چون بوسه بر جبیں دهم آن آستانه را
نا کرده سیر غمکده یا رب چگونه ساخت
بلبل به طرز خانهٔ من آشیانه را
از باد پای سعیٔ من ای دل بدار دست
کیں توسن است دشمن جاں تازیانه را
با محرمان زلف توام سینه صاف نیست
تا قتل همرهم، چه نسیم و چه شانه را
''طالب،، هزار پایه بر افتادگی فزود
وز کف نداد خیرگئی شاعرانه را

دیوان طالب کے قلمی نسخے

دیوان طالب کے جن قلمی نسخوں کے متعلق همیں معلومات

بہم پہنچی ہیں ، ان کی فہرست حسب ذیل ہے : —

نمبر شمار	شمارہ نسخہ	تعداد نسخہ جات
۱ —	ریو 679—P II	۱
۲ —	بوڈلین ۱۰۹۲ — ۱۰۹۰	۲
۳ —	ایتھے ۱۵۲۹ — ۱۵۲۴	٦
۴ —	بانکی پور III ۵۴ — ۴۸	۷
۵ —	آئونوف ۷۲۷ — ۷۲٦	۲
٦ —	بوہرور ۳۸٦ — ۳۸۴	۳
۷ —	آصفیہ I — ۳۹۵	۱
۸ —	حیدرآباد دفتر دیوانی	۱
۹ —	سالار جنگ کتب خانہ	۱
۱۰ —	عمر یافعی حیدرآباد — (ذاتی کتب خانہ)	۱
۱۱ —	علیگڈھ	۱
۱۲ —	رام پور	۵
۱۳ —	محمود آباد	۲
۱۴ —	حبیب گنج	۳
۱۵ —	پشاور عجائب گھر	۱
۱٦ —	شیخ محمد دین ایم اے (ذاتی کتب خانہ) (موجودہ نسخہ) ۱۰۴۲ھ	۱
۱۷ —	ذاتی نسخہ پیر حسام الدین راشدی صاحب	۱

ہم نے آخری تین نسخوں کے علاوہ طالب آملی کے دیوان کا کوئی نسخہ نہیں دیکھا ۔ ہماری جملہ تفصیلات شیخ محمد دین

صاحب کے نسخہ پر مبنی ھیں۔ یہ مخطوطہ محمد حسین مروارید قلم کا لکھا ھوا ھے اور اس کے آخر مین کاتب کا مندرجہ ذیل فقرہ موجود ھے : —

''نوشتہ مطابق فرمایش بادشاہ عالمیان ۔ تحریر فی التاریخ سیتم ماہ محرم الحرام سنہ ۱۰۴۲ھ''

پروفیسر آربری کی رائے میں یہ نسخہ برٹش میوزیم والے نسخوں سے دو برس قدیم تر ھے۔ فہرست میں جتنے نسخے گنوائے گئے ھیں ان کی تاریخ کتابت معلوم نہیں ۔ اغلب یہی ھے کہ یہ تمام نسخوں سے زیادہ قدیم ھے ۔ اور چونکہ شاھجہان کے حکم سے لکھوایا گیا، اسلئے مستند ھے ۔ یہ کشمیری کاغذ پر خوشخط لکھا ھوا ھے اور بڑی تقطیع کے (۷۰۹) صفحات پر محیط ھے ۔

جہانگیر کا انتخاب، جو شبلی نے ''تزک'' سے لیا ھے، اس نسخے میں موجود ھے۔ مگر جو اشعار انھوں نے تذکرہ ''مے خانہ'' سے لئے ھیں ، اس نسخہ میں موجود نہیں ۔ چونکہ ملا عبدالنبی، طالب کا معاصر اور دوست تھا ممکن ھے اس کے پاس کوئی ذاتی انتخاب ھو۔ یا اس نسخہ سے وہ اشعار چھوٹ گئے ھوں ۔ لیکن اس کا امکان کم ھی نظر آتا ھے کیوں کہ جو چیز بادشاہ کے حکم سے مرتب کی گئی ھو وہ لامحالہ کامل ھو گی ۔

طالب کا دیوان ابھی تک غیر مطبوعہ ھے ۔ ھم نہیں کہہ سکتے کہ اوپر جو فہرست مختلف نسخوں کی دی گئی ھے وہ مکمل

ہے یا ابھی کسی کے پاس کچھ اور نسخے بھی پڑے ہیں۔ غالباً کچھ نسخے اور بھی ذاتی کتب خانوں میں ضرور موجود ہوں گے جن کا ہمیں علم نہیں۔

ہمارے نسخہ میں تقریباً پندرہ ہزار اشعار ہیں۔ مندرجہ بالا تحریر میں، جو مخطوطے کے آخر سے نقل کی گئی ہے، ''بادشاہ عالمیاں،، کی اصطلاح شاہجہان کے لئے استعمال ہوئی ہے کیوں کہ سنہ ۱۰۴۲ھ میں، جو سن تاریخ کتابت ہے، جہانگیر وفات پا چکا تھا۔

طالب نے کمسنی ہی میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن کب، اس کا تعین مشکل ہے۔ کیونکہ اس کی تاریخ پیدائش قطعی طور پر معلوم نہیں۔ اس کی شاعری کا آغاز کاشان میں ہوا جبکہ وہ اپنا وطن، آمل چھوڑ کر ادھر چلا آیا تھا۔ لیکن وہ جلد ہی کاشان سے بھی تنگ آ کر بھاگ اٹھا اور ایک بار پھر اپنے وطن، آمل چلا آیا۔ لیکن اصل شہرت اس کو ہندوستان پہنچکر ہی حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں سبک ہندی کو فروغ حاصل تھا۔ چونکہ طالب ایران سے آیا تھا، خود ایرانی النسل تھا اور اس کو زبان پر بڑا عبور تھا، اسلئے سبک ہندی کا تتبع کر کے اس نے شاعری میں کمالات دکھائے۔ خصوصاً قصیدہ گوئی میں بہت ہی کمال پیدا کیا۔

طالب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے روش تازہ میں جدید معانی پیدا کئے۔ اور نئے نئے مضامین کا اضافہ کیا۔ بلکہ بعض جگہ تو مبالغہ سے بھی کام لیا۔

صبا را غالباً گستاخئی رہ داده با زلفش
که دیگر بوئے شمشیر از زبان شانه می آید

سبک ہندی میں تشبیہات، استعارات اورکنایہ کا اثر الفاظ اور کلمات کے ہیر پھیر سے پیدا کیا جاتا ہے۔جس میں شعراء اکثر غلو سے کام لیتے ہیں۔ طالب بے استعارہ اشعار کہنے کا قائل نہیں۔

ز سادہ گوئی افسردہ نادسم طالب
من و سخن بہماں طرز استعارۂ خویش
سخن که نیست درو استعارہ نیست ملاحت
نمک ندارد شعرے که استعارہ ندارد

اس طرح کنایات کی طرف بھی طالب نے بڑی توجہ دی ہے۔ اس کے کنایات بڑے دلپذیر ہوتے ہیں : —

فلک وسیلہٴ بیدارئی مہیا ساز
که بخت خفتہٴ ما کج نہادہ بالیں را

''بالیں کج نہادن،، کنایہ ہے گہری نیند سونے کا !

تازہ ترکیبات کی طرف سب سے پہلے سبک عراقی میں رجحان نظر آتا ہے۔ بتدریج یہ رجحان سبک ہندی کی طرف منتقل ہوا۔ طالب بھی اس سے متاثر ہوا۔ مگر اس نے اتنا خیال رکھا کہ دوسرے شعراء سے ترکیبوں کو سہل‌تر بنائے تاکہ وہ عام فہم ہوں۔ اسی لئے طالب کا اکثر کلام ہمیں سادہ، رواں اور تصنع سے مبرا نظر آتا ہے۔ اس کے کلام میں ترکیبات

بلا تکلف چلی آتی ھیں ۔ معانی کی نزاکت اور ان کی زیبائش اس کا خاصہ ھے ۔ چنانچہ خود کہتا ھے :

آرائش معنی چہ بود ؟ نازکیٔ لفظ
در نطق سبک روح تر از جوھر جاں باش

طالب کی طرح اور بھی شعرائے فارسی ایران سے ھندوستان آئے مگر وہ تنہا ایسا شاعر نظر آتا ھے جو ھندی الفاظ سے بہت کم متاثر ھوا ۔ ایک دو کلمے اس نے ضرور استعمال کئے، ایک اسلئے کہ وہ اسکی ایجاد ھے— ''رام رنگی،، جو اس نے جہانگیر کی خاطر شراب کے لئے وضع کی— اور دوسرا ''پان،، اس لئے کہ فارسی میں اس کا مترادف نہ تھا ۔

گہر یاقوت گشتہ یا بر آں لب
ز خون غنچہ رنگ پاں فتادست

طالب کے کلام میں کافی عمق ھے کیونکہ جہاں فکر ھو وھاں عمق بھی لازم ھے اور جہاں فکر مفقود ھے اور محض زبان دانی پر زور ھے، وھاں کلام کا طول و عرض بڑھ جائیگا اور عمق غائب ھوگا ۔

ز اضطراب دل و لکنت زباں پیداست
کہ شمع ھم دم مردن وصیتے دارد !

طالب کے کلام میں سوز و گداز بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ھوا ھے :

عمری گزشت کز نظرم رفتی و هنوز
آواز پائی عمر ز گوشم نمیرود !

طالب اپنے حسب و نسب پر اکثر فخر کرتا هوا نظر آتا هے ۔ اور اپنی شاعری پر بھی ۔ یه قدرتی امر هے ۔ جہاں شاعری میں شخصیت ابھرتی هے، ان اجزا کا چلا آنا طبعی هے اور یه کوئی عیب نہیں، اگر حد اعتدال سے تجاوز نه کرے :

عطارد رقم شاعر شوخ طبعم
که ختمست نظم گہر بر زبانم

طالب نے پرانے استادوں کا تتبع بہت کم کیا هے ۔ یه بھی همارے نزدیک قابل فخر بات هے ۔ اس نے شاعری میں اپنی راه آپ نکالی هے ۔ غالب کی طرح نہیں که سارا کلام فارسی دیگر شعرا کے تتبع میں لکھ ڈالا ۔ اس کی ایک دو مثالیں ملاحظه فرمائیں : —

غالب از صہبائے اخلاق ظہوری سرخوشیم
پارۂ بیش است از گفتار ما کردار ما
به نظم و نثر مولانا ظہوری زنده ام غالب
رگ جاں کرده ام شیرازه اوراق کتابش را
ذوق فکر غالب را برده ز انجمن بیروں
با ظہوری و صائب محو هم‌زبانی هاست
غالب ز تو آں باده که خود گفت نظیری
در کاسۂ ما بادۂ سرجوش نکردند

اے ساختہ غالب از نظیری
با قطرہ ربائی گوھر آور

غالب کو اپنے فارسی کلام پر بڑا ناز ھے:

فارسی بیں تا بہ بینی نقشہائے رنگ رنگ
بگزر از مجموعۂ اردو کہ بیرنگ منست

وہ شاعر جو اردو کے ساتھ فارسی میں بھی شعر کہتے ھیں، ان میں جہاں تک اس کے ھمعصر شعرا، صہبائی، آزردہ، مومن، حسرتی، وحشت وغیرہ کا تعلق ھے، غالب کا کلام یقیناً ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ کیونکہ ان شعرا کا فارسی کلام اتنا بلند نہ تھا کہ غالب کے فارسی کلام کا مقابلہ کر سکتا۔ لیکن غالب کے بعد اردو شعر کے کہنے والے دو تین فارسی گو شاعر ایسے پیدا ھوئے جن کا فارسی کلام ھر لحاظ سے غالب پر سبقت لے جاتا ھے۔ مثلاً شبلی، گرامی اور اقبال۔ ان کی زبان غالب کے فارسی کلام سے زیادہ ستھری، نکھری ھوئی اور بامحاورہ ھے۔ ان کا تخیل بھی غالب سے ملتا ھے۔ غالب کا فارسی کلام غیر ضروری طور پر مشکل ھے۔ اگر تخیل کی بنا پر یہ مشکل ھوتا تو کوئی عیب نہ تھا، مگر محض لفاظی کی بناء پر زبان میں پیچیدگی پیدا کر دینا کوئی کمال نہیں۔ ممکن ھے دیگر اھل الرائے کو میری اس ذاتی رائے سے اختلاف ھو۔

غالب کے خلاف طالب اپنے کلام کو قدما کے کلام سے ٹکراتا ھے:

طالب جادو خیالم کز مقالات فصیح
رشک خاقانی است بر من چو بر او رشک اثیر

انوری گر مرد میدان منستے، حاضرم
ور ظهیر فاریاب، اینک من و اینک ظهیر !

پھر کہتا ہے :

به قطعه و غزلم انوری و سعدی داں
بمثنوی و رباعی سنائی و خیام

البته بعض جگه اس کا فخر کلام حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے -

مثلاً

پیمبر منم معجزات سخن را
سنائی و خاقانی از امتانم !

ایک مقام پر لکھتا ہے : —

مجموعهٔ خیال من آمد بروئے کار
منسوخ گشت نسخهٔ دیوان انوری !
آتش فشاند عنصر طبعم بریں بساط
با خاک گشت یکساں ابیات عنصری !

یہ بات نہیں کہ طالب کسی بھی شاعر سے متاثر نہ ہوا ہو اور اس نے کسی کا تتبع نہ کیا ہو۔ وہ عرفی کو ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے —

به خاک عرفی اگر طالب ایں غزل خواند
ز تربتش همه گلهائے آفریں روید

طالب کے کلام پر یہ مختصر سا تبصرہ ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک واقعہ بیان کر دیا جائے جس سے اس کی قادر الکلامی پر کچھ روشنی پڑتی ہے ۔ کشن چند اخلاص اور سندیلوی کہتے ہیں کہ امام الدین نے طالب آملی کے ایک مطلع کا حوالہ لکھا تھا جس کی بڑے بڑے شعرا نے تعریف کی تھی ۔ طالب کا مطلع یہ تھا —

بتن بویا کند گلہائے تصویر خیالی را
بجاں بیدار سازد خفتگاں نقش قالی را

میاں ناصر علی کو ایک مرتبہ اس شعر کا جواب لکھنے کو کہا گیا تو ٹال گیا اور کہنے لگا ۔

"این زمین را طالبا برد، چیزیکه مانده است دروست"۔
مرزا صائب نے جب اس غزل کا جواب لکھا تو خالی اور نہالی کا مطلع نہیں کہا، بلکہ یہ مطلع کہا:—

تکلف نیست در گفتار رند لا ابالی را
چنانت دوست می دارم که عاشق شعر حالی را

لیکن مولانا ریاض نے اس کا برجستہ جواب لکھا —

رگ گل کرد آن گل چہرہ هر تار نہالی را
ازیں اندیشه گلہا داغ شد بر سینه قالی را

مولانا ریاض کا یہ مطلع جس نے سنا یہی کہا :

"ظاهراً این زمین دو ردیف داشت، یکے را طالب برد و دوئمی

تا حال در جواهر خانهٔ قضا و قدر پنہاں بود کہ نصیب مولانا شد،،

مولانا ریاض کا نام امام الدین ہے اور یہ لطف اللہ مہندس کے صاحبزادے تھے۔ علوم و فنون میں ماہر۔ تذکروں میں تاریخ وفات سنہ ۱۱۴۵ھ لکھی ہے۔ (سنہ خمسین اربعین و ماتہ الف)۔ ان کی ایک تالیف ''تصریح،، کے نام سے مشہور ہے۔ جو سنہ ۱۳۱۰ھ میں مجتبائی پریس دھلی سے شائع ہوئی۔ اس کا دیباچہ سنہ ۱۱۰۳ھ میں لکھا گیا تھا۔ ریاض باپ کی طرح فارسی کا شاعر تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام الدین ریاض، احمد معمار کا پوتا تھا۔ جو تاج محل کے معماروں میں شمار ہوتا ہے اور فن معماری کے علاوہ دیگر علوم و فنون میں بھی مہارت تامہ رکھتا تھا۔ مولانا ریاض کے مفصل حالات کے لئے سید سلیمان ندوی کا مضمون ''لاہور کا ایک مہندس خاندان،، دیکھنا چاہئیے

انتخاب کلام

مثنویات

ص ۱ الهی شعلهٔ شوقم فزون ساز
مرا آتش کن و در عالم انداز
الهی ذرهٔ آگاهیم بخش
رهم بنما و بر گمراهیم بخش
ز دانش گوهر پاکم بر افروز
چراغ چشم او را کم بر افروز
عطا کن جذبهٔ شوق بلندی
که نه دامے بره ماند نه بندی
خرد را چاشنی بخش از کلامم
زبان را چرب و شیریں کن بکامم
دلم را چشمهٔ نور یقیں ساز
دریں تاریکیم باریک بیں ساز

ص ۲ غلط گفتم زبان شعله بارم
که شمعم تاب خاموشی ندارم
مرا ایں بس که گاه نکته دانی
سخن پیرانه گویم در جوانی
مرا از چنگ هشیاری رها ساز
به مدهوشان خویشم آشنا ساز

پس آنگه بند حیرت نه بپایم
که‌چون از خود روم باخود نیایم
لباس باطنم را شست و شو ده
گل بی‌رنگیم را رنگ و بو ده

ص ۳ دولب دارم یکے در مے پرستی
یکے در عذر خواهی هائے مستی

(نوٹ : یه شعر ص ۵۴ پر مکرر ایک غزل میں به صورت مطلع آیا ہے۔ اسکے آگے مندرجه ذیل دو اشعار هیں :

درازی هائے دامان وصالش
کند جاں در تن کوتاه دستی

دوسرا شعر مقطع ہے :

چساں کرده زبونم چرخ طالب
که در طبع بلندم نیست پستی
که از مے چاشنی گیرد زبانم
که آید بوئے تسبیح از دهانم

ص ۴ مرا جز نیت حمدت بدل نیست
جز ایں اندیشه‌ام درآب وگل نیست
گلاب ومشک را درجست‌وجویم
که لب را با زبان خامه شویم
طراوت بخش سنبلهائے پرخم
گلاب افشان روی گل ز شبنم

ص ٥ بهار حسن ازو با سرو و سوسن
مزار عشق ازو با شور و شیون
عتابش گر کند ساز جفا ساز
معاذ الله بمرغان خوش آواز

ص ٦ ازو هر شاخ گل را کج کلاهی
وزو هر شوخ را آهو نگاهی
عدم را طفل هستی در شکم بود
جهان تاریک بازار عدم بود
گلے بود آفرینش نادمیده
ضمیرے بود هستی نا رسیده

ص ٧ عدم را پرده یک سو شد ز رخسار
وجود جمله اشیاء شد پدیدار
گل عقل اول از شاخ عدم رست
گیاه و روح با او همقدم رست
پس از ایجاد و عقل کل بترتیب
دگر اجزائے امکاں یافت ترکیب
پدید آمد خزانے و بهارے
بهم پیوسته شد نورے و نارے
بهار افروخت رخ چوں ناردانه
خزاں بر کرد رنگ عاشقانه
عناصر عقد با افلاک بستند
جدائی را ورق درهم شکستند

ص ۸ بیا طالب خموشی پیشه سازیم
خرد را رهبر اندیشه سازیم

(اس سے آگے حکایات چلی آتی ہیں۔ ان میں سے ایک حکایت ایک جوانمرد فقیر اور عورت کی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں)

ص ۲۳ زنے دارم از دودمان اصیل
باندام نازک بصورت جمیل
پری پیکرے رشک حور بہشت
خمیر و جودش ملایک سرشت
نگاری ز سر تا قدم رنگ و بوی
به حسن گل‌وسنبلش روی‌وموی
تذرو هما فر و سیمرغ پر
بر حسن او ماده طاؤس نر
نقاب رخش طرهٔ خم بخم
شب و روز از خویش نزدیک‌هم
چو بر فرش مخمل نماید گزار
به‌پایش خلد خواب مخمل‌چوخار

ص ۲۸ چو زی نکته لب‌را شوم رهنمون
پری ریزم از شیشهٔ دل برون

ص ۳۷ صبح خواهی بیا جبینش بیں
بحر خواهی دل متینش بیں

ص ۴۱ چون کنم چون بدل قرارم نیست
اندریں بیت احتیارم نیست

چوں دریں بیت خاطرم مجبور
چشم دستور دارم از دستور
بزم هایت ببرگ و باده بساز
عیش بادت فراخ، عمر دراز

ص ۴۵ نه کنم آرزوئے همنفسے
نه نمایم مراد خود به کسے
جز خدا با کسے نه گویم راز
نکنم هیچ کار غیر نماز

ص ۴۹ هر کرا رحم نیست ایماں نیست
گرچه سلماں بود مسلماں نیست

(صفحه ۶۳ پر مثنوی ختم هو جاتی هے۔ اسکے بعد پهر غزلیات شروع هوتی هیں اور صفحوں کا شمار از سر نو شروع هو جاتا هے ۔ ذیل میں ان غزلیات کا انتخاب پیش کیا جاتا هے)

غزلیات

ص ۱ ما را کشد چو سوئے تو شوق بلند ما
هر موئی تازیانه شود بر سمند ما
طالب خیال سے نه نمائی که کرده است
خون را دوا به شیشه دل دردمند ما

ص ۳ آن ترک مست کیست در آماجگاه حسن
کز تیر غمزه کرده مشبک نشانه را
با محرمان زلف توام سینه صاف نیست
تا قتل همرهم چه نسیم و چه شانه را

ص ۴ طالب آن غمزه اگر ساقئ مجلس گردد
خنده بر ساغر خورشید زند ساغر ما
لعل لب کرشمه را چاشنئ عتاب ده
چین غضب زیاده کن ابروئے کینه سوز را
شعله مزاج مطربا سخت فسرده خاطرم
آتش نغمه تیز کن ساز تمام سوز را
تو سن جلوه را عنان جانب بیدلان فگن
مشعل راه وعده کن برق بهانه سوز را

ص ٥ طالب جگر به خنجر الماس چاک ساز
تا در گلوئ سینه نه پیچد فغان ما

ص ٦ باغ بهار خویش را تا بمی آب داده ایم
کیست خزان که تر کند پنجه بخون تاک ما

ص ٧ از شبنم گریه سبز گردد
ناکاشتهٔ دانه در گل ما
شهد است تکلم لب دوست
زخم است تبسم دل ما
بلبل کند آرزو که باشد
پروانهٔ شمع محفل ما

ص ٨ لب تشنه زیستن دو جهان ذوق دشمنیست
آب از دهان تیغ ننوشد کسے چرا ؟

ص ٩ من آن نیم که بافسون عیش و سحر نشاط
بدل به خنده کنم گریهای رنگین را
هر یکے قطره بداغ دگرش سینه بسوخت
ظلم بر بستر سنجاب شد از گریهٔ ما
دوش با گریهٔ مستانه به کهسار شدیم
سنگ را دیده پر از آب شد از گریهٔ ما

ص ١٠ به اشک از چهره شستم دوش رنگ زعفرانی را
لباس از شبنم گل ساختم برگ خزانی را
سرے چون نقش پائے، دوست افتادگاں دارم
ازاں بر آسمانی برگزیدم آستانی را

بخون غلطیدهٔ حرمان فیضم، یاد ایامے
که در آغوش می خفتم عروسان معانی را

ص ۱۱ خو بدیں آب و هوا کرده دل ما طالب
مصلحت نیست ز میخانه برون بردن ما
جهان ازاشک وآهم باغ رضوان گشته اے همدم
اگرخواهی کشودن دل، دریں آب وهوا بکشا
بناخن حسرتم صدچشمه خون از دل کشود اے دل
تو هم گر غیرتی داری بیا بکشا، بیا بکشا

ص ۱۳ کجاست مے که غم از دل بدر برد ما را
ازیں جهان به جهان دگر برد ما را
ز خشک وادی تقوی عبور ممکن نیست
مگر حمایت دامان تر برد ما را

ص ۱۶ ساغرم هرگز نه شد خالی که چشمم از کمیں
پر نه کردش جا، نه چون من نیمه کردم جام را
بر افروزی از چهره صد انجمن را
ز یک گل چراغاں کنی صد چمن را
ز تاثیر بوئے تو یوسف شود گل
بگل گر دمی نکهت پیرهن را
من اندر سرشت خود آگه بودم
که آں ساختن دارد ایں سوختن را
دلت شاد طالب که در چار موسم
پر از گل تو داری ریاض سخن را

ص ۱۷ شوق خاطر مو کشان سوئے تو می آرد مرا
وز در دل تا سر کوی تو می آرد مرا
من نیارم شد بسعی از سایه سوی آفتاب
لیک شوق دیدن روی تو می آرد مرا

ص ۱۸ شاه نورالدین جهانگیر آنکه طالع، بوئے گل
بر مشام از خلق نیکوی تو می آرد مرا
شادم از طالب که در دیباچهٔ اخلاص و مدح
هم ثنا گو هم دعا گوی تو می آرد مرا

ص ۲۰ مطرب گره دل نشود باز به مضراب
بیهوده بزحمت مفگن عقده کشا را
گر غیرتی کند مژهٔ اشکبار ما
شاید که بے نصیب نماند بهار ما
ما رهروان خانه نشیں چشم حیرتیم
بخت سیاه سرمهٔ دنباله دار ما
نبود عجب ز آتش دل بعد مرگ نیز
گر خشت خام پخته شود بر مزار ما

ص ۲۵ اگرچه سوخت درونم خوشم کزیں گرمی
اثر زیاده شود نالهٔ حزین مرا
سرم گراں ز خمار کدورتست مگر
میٔ لطافت او بشکند خمار مرا

ص ۲۶ طالب خیال دیدن عکس رخش در آب
چون سبزه فرش آن لب جو میکند مرا

مشو خندان، بده خود را بباد مرگ اے غافل
که گل چون بشگفد چیدن دهد تعلیم گلچیں را

ص ۲۸ بنہہ قلم ز بناں، با زبان تیز بساز
چو اهل تیغ شدی با قلم چه کار ترا
جنون قوی شد و کارم ز پند و بند گذشت
کنوں نه پند اثر میکند نه بند مرا
چوں زنده کردهٔ لعل تو ام مکش زنہار
به زهر شیریں یعنی بنوش خند مرا
ز پند پیر خرد مند سر نمی پیچم
که نیست جہل جوانان خود پسند مرا
چو شعله زد بدلم سوز عشق دانستم
که پست می کند ایں آتش بلند مرا

ص ۲۹ نظر نمی کند ادراک صورتم گوی
بموئی خامه رقم کرده نقشبند مرا
اولیاء را بمقامے که قدم می لرزد
حفظ کن حفظ ز پے لغزش ناگاه مرا
در مقامے که بجز عجز و فنا ناید کار
صحبت، اعدائے ترا ناله و هر آه مرا

ص ۳۰ ساقی عزیز دار شراب لطیف را
فربه بده پیاله مزاج ضعیف را
گر عاقلی به جوهر هستی مپیچ هیچ
در گفت و گو میار حریف و ظریف را

آن به که لب از خواهش الماس به بندم
رسوا نه کنم داغ نمک خوارهٔ خود را
تا چون گل صد برگ بسوئی تو فرستم
از سینه بر آرم دل صد پارهٔ خود را

ص ۳۲ اگر مراد تو آزردن رگ دل ماست
اشارهٔ مژه کافیست نیشتر مطلب

ص ۳۴ ز بیم دود دل از پیش ناله ام مگریز
بیا که آه من امشب تمام تمکین است
چون عشق کهنه شود، تلخی آن زمان گیرد
می آنقدر که بود نارسیده شیرین است
ازین شگفته غزل زود نگذری طالب
که بیت بیت سزائی هزار تحسین است

ص ۳۵ بلی دارم دلی در سینهٔ تنگ
که نیمی موم و نیمی مومیائیست
رفیق آن مسافر باش طالب
که راهش را به مقصد آشنائیست

بر فلک پرواز ما از پهلوی خورشید نیست
راست گویم آن پریدن ها ببال حسن اوست

ص ۳۶ کافیست اختلاط دل بینوا بدوست
درویش را مصاحبت بادشه بس است

صید ترا به زخم پیاپی چه احتیاج
از دور یک اشارهٔ تیغ نگه بس است

عیش نشنیده ام نمیدانم
کیں لغت فارسیست یا عربیست !

مغز معنی است گفتهٔ طالب
عالمے را گماں که بےمعنی است

ص ۳۷ لالهٔ دشت و غزال ختن و نرگس باغ
همه مستند ولے چشم تو مست دگر است

ناوک شست بلا را نبود چندیں زور
طالب ایں برق شتابنده ز شست دگراست

ص ۳۸ گر کشی عشاق را باشد ثواب
زنده گر سازی ثواب دیگر است

کیست مے کیں نشه زو حاصل شود
مستیٔ ما از شراب دیگر است

ص ۳۹ مگو مگو که بیک سو نهادهٔ حق را
برو برو که بهر سو که میرویم حق است

ص ۴۱ شکوهٔ آوارگی می آید از هر سو بگوش
یارب ایں صحرا گذرگاه دل گمراه کیست

ص ۴۲ دل ز غم در گرفت و آه بسوخت
سر ز می گرم شد کلاه بسوخت

شعلهٔ زد علم بدیده ز دل
اشک بریاں شد و نگاه بسوخت

نسبت روی آتشیں عرقم
کهربا را چون برگ کاه بسوخت

تکیه بر سنگ خاره زد طالب
ز آتش عشق تکیه گاه بسوخت

هر چراغے را بود خاموشی بعد از فروغ
جز چراغ خاطر طالب که دایم روشن است

ص ۴۳ اے دوست شیشهٔ دل طالب مده ز دست
ظرف شراب حسن تو مینای آتش است

ارباب جنوں را نبود چاره ز مستی
بسم الله ازیں طائفه هشیار که دید است

همیں منم که بدریا فگنده ام دل خویش
دگر ملامتیاں را سفینه دریائیست

ص ۴۴ نامے ندارد آں کمر از لطف و نازکی
موئیست بس ضعیف که نامش کمر شدست

ص ۴۸ چه می پرسی ز راه و رسم طالب
شعورش مستی و مستی جنونست

گفتی که از نهان دلت باخبر نیم
تو در دلی کدام نهاں بر تو فاش نیست

ص ۵۴ کسر نفسیست مرا یاد ز عرف طالب
ورنه وصف گهر قطره ز دریا دور است

ص ۵۶ بیا بعالم علوی نظرکنان طالب
به بین که عرش کمین پایهٔ سریر منست

در بزم عیش حاجت جام و شراب نیست
ارباب نشه را نگه ساقیان بس است
نزدیک گلشنی، غم مطرب چه میخوری
قرب جوار بلبل آتش زبان بس است

ص ۵۷ نیستم طالب، ندارم چشم بر خمخانهٔ
نیم جامی بهر ترتیب دماغم آرزوست

ص ۵۸ قسم به نشهٔ طالب که این کلام فصیح
نه از مقولهٔ سحرست بلکه اعجاز است

ص ۵۹ بی طراوت هم چو برگ لالهٔ بی شبنم است
گوشهٔ دامان مژگانی که اشک آلود نیست
دوست میدارم جهان‌را زانکه ظرف‌حسن اوست
ورنه پندارم زمین و آسمان موجود نیست

ص ۶۰ کارفرمائی تو عشق است یقین دان طالب
که صلاح تو ازو بلکه فساد تو ازوست

ص ۶۱ دل آب شد ز شعلهٔ آهم شب فراق
آئینه طاقت نفس آتشین نداشت

ص ۶۳ داریم یک دو جرعهٔ خون لیک درمیان
دل نام قطره ایست که زیب متاع ماست

ص ۶۵ زبان عیش مرا روی در ترقی نیست
همیشه امشب من در سراغ دوش منست
ز ناله ام چه بود حال خاکیان طالب
که مغز عرش خراشیدهٔ خروش منست
به عیش ساخته دل را شگفته می دارم
که بی لب تو مرا تاب غنچه دیدن نیست

ص ۷۰ آن جا که به تاثیر بود کار نه فریاد
یک موی من مست و صد ابریشم ساز است

ص ۷۱ اے عشق مکش تیغ ستم بر دل محمود
بگذار که صید حرم زلف ایاز است

ایوان نتوان گفت که با سایهٔ سلطان
سر منزل خورشید جهان، چرخ چهار است
خورشید سخا، شاه جهان آنکه بصد چشم
بر خاک درش ابر ادب ناصیه بار است

ص ۷۱ با این همه شوخی که ترا در سر هر موست
گل گوشهٔ دامان کلاهت نگرفتست
یا رب چه غیوری که چو من شوخ نیازی
یک ره بتصور سر راهت نگرفتست

ص ۷۲ کنج وصال قفل درش را کلید هست
اما نهفتد در بن دندان اژدهاست

ص ۷۹ تلخابهٔ غم نوش که آبی به ازیں نیست
در ساغر لذت مئی نابی به ازیں نیست
از دفتر سودائے من آشوب دل آموز
در علم جنوں هیچ کتابے به ازیں نیست

نیم مستاں سلاحتی دارند
لیک مست خراب بے نمکست
خامشی نیست خالی از نمکی
لیک وقت جواب بے نمکست
نمکین است می پرستی لیک
جز به عهد شباب بے نمکست

ص ۸۰ بزم رنگیں کن از جواهر علم
مجلس بے کتاب بے نمکست
نبض سیماب نیستی طالب
بے سبب اضطراب بے نمکست

ص ۸۱ چشمهٔ آفتاب شد هر چشم
که بر آں سایهٔ خدائے گریست
دید گریاں بباغ طالب را
نرگس از چشم سرمه سای گریست

بهار آمد که گردد جسم و جاں مست
شود دل مست چوں بلبل زباں مست

بهار آمد که از بوئے گل و مے
زمیں بیهوش گردد آسماں مست
چرا مستانه می غلطد بهر سو
بجدول نیست گر آب روان مست
چو بر مستاں نباشد هیچ تکلیف
چرا طالب نه باشم جاوداں مست
زمان مستیٔ بلبل بهار است
تو چوں طالب شدی فصل خزاں مست

ص ۸۲ گهر یاقوت گشته یا بر آں لب
ز خون غنچه رنگ پاں فتادست
میفشاں اشک طالب کیں گل تر
ز چشم بلبل ایراں فتادست

از غبار بلند پروازم
گرد بر نعل مرکبش بنشست
از خجالت عرق فشاں برخاست
گر عطارد بمکتبش بنشست
مگس خال از بنا گوشش
کرد پرواز و بر لبش بنشست

ص ۸۳ یارب چه شعلهٔ تو که در بزم روزگار
نور از تو با تجلی و نار از تو روشنست
نے بزم را همیں ز تو باشد فروغ و بس
ای ماه پاره! شهر و دیار از تو روشنست

میوهٔ دل سایه پروردست زو غافل مباش
مینماید خام در چشم تو اما خام نیست

ص ۸۴ هم چون آن ماهی که در آتش فتد نا گه ز آب
میطپم در خا ک آن ساعت که می در جام نیست
نظم رنگ آمیز طالب را خرد چون دید گفت
نقشبند این سخن بی نشهٔ الهام نیست

با دود چراغم بود از گوشهٔ چشمی
عیبم نکنی زلف تو هم دود چراغیست
طالب به چمن رو که پیٔ دفع خمارت
هر لالهٔ شبنم زده لبریز ایاغیست

ص ۸۵ اگر به قیمت یک موی من دو کون دهی
مدار چشم رضا کین بها خرید منست

ازان بخون فلک خاک من شرف دارد
که من شهید تو بیرحم و او شهید منست

ص ۸۶ خامهٔ شیرین کلامش را مدام
این زبان بر آن زبان چسپیده است
گدائے میکده را منتهائی همت هست
ولی چه سود که بے چاره دستگاهش نیست

ص ۸۷ طالب از چاک گریبان چه خبر می پرسی
دل شب بود که از سرحد دامن بگذشت

زائل نشد ملال بافراط می، دریغ
صد شیشه گشت خالی و دل هم چنان پرست
گر لاغرم به جسم چه شد فربهم به روح
پیراهنم ز تن تهی اما ز جان پرست
طالب چه بلبلی که ز گلبانگ تازه ات
ایران پر و ختن پر و هندوستان پرست

ص ۸۸ مهمان یک دو روزهٔ این بزم عشرتم
غافل مشو که صحبت ما بس غنیمت است
از فیض عدل شاه جهانگیر خواب امن
درویش را به بستر اطلس غنیمت است
طالب رخ عبادت از این قبله بر متاب
محراب ابروان مقوس غنیمت است

ص ۹۰ فقر را برگ و ساز مختصر است
ناز بی حد نیاز مختصر است
شوق باشد عبارت سالک
سفری را نماز مختصر است
دهر محمود راست زیر نگین
گرچه لعل ایاز مختصر است
مدت وصل هم چو رشتهٔ عمر
گرچه باشد دراز مختصر است
عیش خواهی ره حقیقت پوی
ذوق سیر مجاز مختصر است

کلک طالب مبین، نوا دریاب
ظاهر اهل راز مختصر است

ص ۹۲ دانیم که دریوزهٔ می فعل شنیع است
اما چه توان کرد عجب فصل ربیع است
نومید ز رحمت نه شوم باهمه عصیان
کین دست گنهه‌گار بدامان شفیع است

بازم رخ از پیاله چمن در چمن شگفت
هر سوی من گلی شد و بر روی من شگفت
بر هر زمین که سرو قد من قدم نهاد
زان خاک دسته دسته گل و یاسمن شگفت
بر هر زلف و عارضش نظر از بس که دوختم
سنبل ز دیده ام بدمید و سمن شگفت
در آتشم ز عشق تو خندان و تازه روی
هم چون گل چراغ که در سوختن شگفت
زیر لب از تبسم او رفت نکتهٔ
ناگه مرا چو غنچه زبان در دهن شگفت

ص ۹۳ چون تخم لالهٔ که بروید بهر بهار
بس داغ تازه ام که ز داغ کهن شگفت
در نو بهار عدل جهانگیر بادشاه
گلزار طبع طالب رنگین سخن شگفت

ص ۹۶ مسجد خوشست و دیرمغان هم‌خوشست لیک
زین هر دو خانه گوشهٔ میخانه خوشترست

هر نشاطی را دریں گلشن ملالی در پی است
آری آری هر کمالی را زوالی در پی است
منقلب خاطر مباش از انقلاب روزگار
کیں مزاج منحرف را اعتدالی در پی است
نا امید از روشنی ای دل بتاریکی مباش
زانکه شام هجر را صبح وصالی در پی است
فکر عاشق را نهایت نیست در باب وصال
هر محالی را که اندیشد محالی در پی است
آفتاب حسن را از گرم خوئی چاره نیست
هر جمالی را که می بینی جلالی در پی است

ص ۹۷ آه ما در سینه داغ لاله‌ها افزون نمود
دید چون شمشاد قدت سرو بالائی گرفت

ص ۱۰۲ زاهد رقیب ما نبود زانکه عاشق است
او بر جمال کعبه و ما بر جمال دوست

ص ۱۰۳ چون زلف تو دیدیم پر و بال بریدیم
صد شکر که آن دام گرفتار پسند است

ص ۱۰۴ امروز دریں میکده هشیار کدام است
سر باز شناسنده ز دستار کدامست
نوشم همه شب جام چو خیزم سحر از خواب
پرسم که ره خانهٔ خمار کدامست
چون در صف عشاق در آیم، همه دانند
کیں قافله را قافله سالار کدامست

آنانکه به مستی خبر از حسن تو گیرند
دانند که فصل گل رخسار کدامست
طالب ز میٔ گرمی هنگامهٔ اطفال
سرشار جنونم ره سرشار کدامست
نومید نیم از مدد یار مددگار
گر هیچکس از جانب ما نیست خداهست
پیریم ولی با نفس تازه جوانیم
گر پائے تردد نبود دست دعا هست
حاجت نبود کلبهٔ ما را به چراغی
تا نور جمال تو در آئینهٔ ما هست

ص ۱۰۵ مرا که شربت عناب بوسهٔ لب یار
ز هوش برده چه حاجت ببادهٔ عنبی است
ز قطع نیمهٔ زلف ایاز اے محمود
مشو غمین که اثر با نیاز نیم شبی است

ص ۱۰۶ در چمن بلبل اناالحق گوئی و بهر انتقام
صد سر منصور در هر گوشه بر دار از گلست

ص ۱۰۷ عجب که گل نه کند از لبم هزاران راز
که من چو لاله تنک ظرفم و پیاله پرست

ص ۱۰۸ شکر لله کز غبار دل ندارم شکوهٔ
بود بر آئینه ام گردی، شراب ناب شست

به ترک مهر و محبت زمان زمان طالب
قرار میکنم اما بدل قرارم نیست

نگه میدزد از من چشم مستت لیک میدانم
که لطفے در نهان دارد نگه دزدیدن چشمت

ص ۱۱۱ سفتی گهر، مساز مکرر پیام خویش
خاموش قاصدا که دلم زین خبر شکست

ص ۱۱۲ چشم مخمور تو پیمانهٔ صد نرگس مست
از میٔ ناز تهی کرد و خمارش نشکست

ص ۱۱۳ شب آن زلف دراز است، دلا خامش باش
ناله بے وقت مکن مرغ بهنگام خوشست
من ز کیفیت چشم و لب او مدهوشم
نقل سودا زدگان شکر و بادام خوشست
عشق صیدیست که در هر صفتے دارد حسن
نیم وحشی خوش و نارام خوش و رام خوشست
رفت عمرے که شنیدم ز تو تلخی و هنوز
کام جان من ازان لذت دشنام خوشست
رشک گوید که نخواهم به تو هم نام کسی
شوق گوید همه آفاق بدین نام خوشست
عشق در اول و آخر همه ذوقست و سماع
این شرابیست که هم پخته و هم خام خوشست
طالب از آتش دل تافته گرمابهٔ چشم
کو قدم رنجه نما دوست که حمام خوشست

ص ۱۱۴ حذر از چشم تو شرطست که آن فتنهٔ مست
طفل شوخیست که با پیر و جوان گستاخست

ص ۱۱۵ عشق را در دل من آبی و تابی دگرست
من چون بر لب نهم این باده شرابی دگراست
آن بهوش آرد و این تا ابد از هوش برد
دور زاهد که دریں شیشه گلابی دگراست

ص ۱۱۹ ای می پری نهٔ ز چه در قید شیشهٔ
بگذر ز لب که جائی تو اندر رگ و پی است
می نیست گوهرے که توان دادنش ز دست
ساقی که بےدریغ دهد حاتم طی است

ص ۱۲۰ فصل گل است دور جهانگیر بادشاه
امروز روز شادی اگر نیستے کے است
طالب غبار توسن شاهنشه از شرف
در چشم من عزیزتر از افسر کے است

عید قربانست امروز آهوان دشت را
آن شکار افگن مگر طرح شکار افگنده است

ص ۱۲۱ چشم بد دور گل این چمن امروز توئی
هر که یک ناله به آهنگ زند بلبل تست
طالب از هم نفسیهای من آشفته مباش
که مرا نیز گلی در چمن آمل تست

ساغر ز دست دوست بگیر و میار عذر
کیں جام گرچه زهر بود نوش کردنیست
داروی بیهشی بگره بسته زلف یار
ویں لطف باده ایست که بیهوش کردنیست

ص ۱۲۳ از برون پروانه سوزد وز درون بلبل، بلے
هر کرا دردیست در دل سوختن درمان اوست

ص ۱۲۶ نیم ز دیدن کشمیر شاد چون طالب
که سیر سازی و گل گشت آملم هوس است

گفتم دمی بگوشهٔ بالین من نشیں
بنشست و نالهٔ دو سه از من شنید و رفت
از بے دلی دماغ صبوحی نداشتم
ساقی بسوئی میکده ما را کشید و رفت

ص ۱۲۷ چون کرد سیر باغ خیالم، بدست شوق
زاں گلشن شگفته گلے چند چید و رفت
آمد چو نکهت گل و رفت از سرم چو هوش
گوئی نسیم بود که بر من وزید و رفت
طالب چو التماس نشستن نمودمش
دیدم بزیر چشم که در غیر دید و رفت

زلف پیچاں را چه نسبت با دل پیچاں، حموش
پیچ وتاب حسن هم چون پیچ وتاب عشق نیست

گریه‌اش بی‌ذوق و سوزش خام و سازش بینواست
در دماغ هر که بوئی از شراب عشق نیست
دفتر مهر و محبت بارها برهم زدم
راست گویم باب رحمت در کتاب عشق نیست

ص ۱۳۰ پروانه نیم لیک به بزم چون تو شمعی
آمادهٔ صد سوختنم بال و پری هست

ص ۱۳۱ بس‌تنک ظرفیست طالب، ساقیا کم ده که باز
مست‌خواهد گشت‌وصدجام‌وسبوخواهدشکست!

ص ۱۳۲ شریک در دو جهانیم اگرچه بیدردیم
بلی به مذهب ما صوفیان وجود یکیست
وجود کے متکثر شود بکثرت خلق
اگر به بحر در آید هزار رود یکسیت
هنر ز قبله نما کسب کرده ام طالب
به سمت دوست مرا سر یک و سجود یکیست

ص ۱۳۳ شهر پر شد از غزلهای جهان افروز باز
طالبا، سعدی بهندستان ز شیراز آمدست

ص ۱۳۴ بر تربت طالب سگ آن کوی نگارید
تا خلق بدانند که در راه وفا رفت
چون نه بخشد اثر شعله کلامم طالب
عشق در شغل سخن سلسله جنبان منست

ص ۱۳۹ کشتهٔ او شرم میدارد که بهر انتقام
در صف محشر در آید دامن قاتل بدست
نقد وصل و نقد جان را جائی در یک‌مشت هست
کاشکے مجنوں بیارد دامن محمل بدست

ص ۱۴۰ من بار سر بخاطر تیغ تو میکشم
ورنه تن ضعیف مرا سر چه حاجتست
دارم چو دل بهشتی و چون دیده کوثری
دیگر مرا به جنت و کوثر چه حاجتست
داری چو زلف خویش یکی ابر مشکبار
بزم ترا فتیلهٔ عنبر چه حاجتست
طالب هماشکار بود شاه باز عشق
او را به صید پشهٔ لاغر چه حاجتست

ص ۱۴۱ در آتش دل خود نرم نرم می سوزم
بزن به تیغ و تغافل مکن که تابم نیست

ص ۱۴۲ ارغنون در کفست طالب را
یا صدائے دل شکستهٔ اوست

ص ۱۴۳ طالب اگرم نیست هم آغوشیٔ محمل
صد شکر که هم صحبتیٔ با جرسم هست

ص ۱۴۵ گفتی آیم بعزم سوختنت
دیر کردی و انتظارم سوخت
گه باران، گه شفق، گاهی ترشح، گاه ابر
میکشان امروز گلشن را هوائے تازه ایست

ص ۱۴۶ گه خونم میخورد گه میدهد خاکم بباد
هر زمان با من فلک را ماجرای تازه ایست

ص ۱۴۷ طالب دمی چو گل بکنارم نشست و باز
برخاست هم چون شعله و سوزم فزود و رفت

ص ۱۵۳ آن جا که از لب تو سخن میگذشت دوش
در جوش بود نوش ولی غلغلی نه داشت !

ص ۱۵۳ چون آستان تو بوسیدم آسمانم گفت
مقیم باد دلت، کیں مقام را شرفست
ثنای تو فصحائی کلام را فخر است
خطاب تو امرائے عظام را شرفست
ازیں که نام ترا بر جبیں نگار کنند
خدیو مصر و خداوند شام را شرفست
اگرچه بنده کم آید بدست چون طالب
بداغ بندگیت ایں غلام را شرفست

ص ۱۵۴ سیر کردم نسخهٔ اشعار طالب را تمام
دفترش از حشو خالی لفظش از معنا پراست

ص ۱۵۵ ز دیده ام گل خون جوش میزند گوئی
که قتل گه شهیدان کربلا اینجاست
تمام نور نظر در طواف گلشن اوست
همیں قدر که توان دید پیش ما اینجاست

هر کس که زخم غمزهٔ او دید بر دلم
آهی کشید و گفت که این تیر سست نیست
چون نرگست بشهرت مستی جهان گرفت
با آنکه نیست یکسر مویت که مست نیست

ص ۱۵۶ پروانه را روا نبود منع اضطراب
کارام در شریعت آتش پرست نیست
طالب فراز عرش طلب، کیں فضائے خاک
منزلگهیست لیک مقام نشست نیست
نے دامنی کشید نه زلفی، بحیرتم
کیں دست را برائے چه کردند نام دست
طالب نه با گلم سر و کاریست نے بجام
یعنی کشیده ام ز حلال و حرام دست

ص ۱۶۵ یارب به تقاضای قضا ساکن دیرم
مارا چه گنه قسمت دیر و حرم از تست
اے عشق بهر سو که روی رو به تو دارم
یعنی سر تسلیم ز ما و قدم از تست
اے کاتب اعمال، عملنامهٔ طالب
هر نوع که خواهی رقمی کن، قلم از تست
بیا که مجمع خوبان دلربا اینجاست
کرشمه ها همه اینجا و نازها اینجاست
قدم ز نقطهٔ کشمیر بر نمیگریم
مقیم مرکز عیشیم و جای ما اینجاست

کجا بهشت، کجا بزم باده، ای زاهد
تو دل بجائے دگر بستهٔ و جا اینجاست

ص ۱۶۶ بکنج گلخن خویشم هوائے گلشن نیست
کجا روم که مرا باغ دلکشا اینجاست

مرو بدیدن بلبل سوئے چمن طالب
بیا که بلبل مست غزل سرا اینجاست

در آ به هند و به بین رتبهٔ سخا و سخن
که منبع سخن و معدن سخا اینجاست

به هند جوهریانند قدر فضل شناس
رواج گوهر دانش به مدعا اینجاست

تو فاضلی نظر از قبلهٔ افاضل جوی
پناه فضل جهانگیر بادشا اینجاست

ص ۱۷۱ شراب عشق اثرهای مختلف دارد
ز مستیش چون گزشتی خمار در پیش است

خطر بسی است ره کوچهٔ محبت را
اگر یکی گزراندی هزار در پیش است

به فیض طبع تسلی مساز دل طالب
که فیض رحمت پروردگار در پیش است

ص ۱۷۲ شکارگه خوش و صحرا خوشست و راه خوشست
هوا چو عهد جهانگیر بادشاه خوشست

شگفته روئی دهر از نشاط صحبت اوست
جهان چرا نبود خوش، جهان پناه خوشست

به بادشاهی او خوش دل اند یکسره خلق
چو بادشاه بود خوش، دل سپاه خوشست
اگر هزار گنه بینی از سپهر دو رنگ
برو به بخشش که بخشیدن گناه خوشست
مشو جدا نفسی ز آستان او طالب
که قبله نور فشانست و قبله گاه خوشست

من خود از شوق ملاقات تو در پروازم
اے اجل این همه تعجیل و تقاضائے تو چیست

ص ۱۷۳ کاش غمهائے تو از رخ بکشایند نقاب
تا شود فاش که حال دل شیدائے تو چیست

ص ۱۷۵ تمام عمر به بیداریٔ حیات گذشت
اجل بیا که کنون وقت استراحت هست

ص ۱۷۸ حدیث تشنه لبی خواستم کنم اظهار
زبانم آب شد از شرم و در گلویم رفت

ص ۱۸۰ گفتم که به سودائے توائے عشق چه سوداست
بگریست که افسوس خریدار و دگر هیچ
گفتم دم نزع اے دل بیمار چه خواهی ؟
گفتا قدرے شربت دیدار و دگر هیچ

گفتم چه گنه باعث بیزارئی یارست
آزرده دلی گفت که آزار و دگر هیچ

طالب ز متاع دو جهان ، حسرت یار است
جنسی که توان برد ببازار و دگر هیچ

ص ۱۸۲ به شام گریه روان کن، به صبح ناله فرست
که گریه محرم شامست و ناله محرم صبح

ص ۲۰۲ هر آن تن را که دیدم بود مشتاق
که افسر باشدش گو سر نباشد !

ص ۲۰۳ مغز را دیوانه می سازد نسیم زلف یار
بوی مشک از طبلهٔ عطار می باید کشید

ص ۲۱۰ بوئے او داروی بیهوشی و زان بو طالب
عمرها شد که ز خود رفته کنون می آید

ص ۲۱۲ دلا به آب و هوا میل کردهٔ چه عجب
خود آمدی به چمن یا ترا صبا آورد

ص ۲۱۵ عجب شگفته بهاری رسیده، می دانم
که غنچهٔ دلم افشای راز خواهد کرد
بزلف یار نه دانم چه جام لب ریز است
که دست کوتهٔ ما را دراز خواهد کرد

ص ۲۱۶ من بیدار در کویش تمام شب زنم یارب
که گر آید به چشمم خواب، خواب پاسبان آید

ص ۲۱۷ صد کشته زنده کرده بهر سو عجب مدار
گر تیغ یار دعوی عیسی دمی کند

من دیوانه گر صد سال مانم زنده چون طالب
بافسون جنون راه جوان و پیر خواهم زد

ص ۲۲۸ طالب از طوطئ شیراز برد گوی مقال
اگرش تربیت لطف تو ممتاز کند
عندلیب است که عرفی بردش سجده اگر
فی المثل روی سخن جانب شیراز کند

ص ۲۳۰ گستاخیٔ اگر رفت معذور دار طالب
دیوانه مشربان را حسن ادب نه باشد

ص ۲۳۱ گل بود و لاله در چمن حسن و عشق لیک
شبنم نقاب غنچهٔ شرم و حیا نبود

ص ۲۳۳ طالب این نشهٔ فیضی که به هندستان یافت
شرم بادش که دگر یاد ز ایران آرد

ص ۲۳۴ خمار آلوده ام، دیوانه همت ساقیٔ خواهم
که گر خمیازه بر جائی کشم چندین سبو بخشد
شبی با اهل طاعت بوده ام در گوشهٔ مسجد
خدا در محشرم جرم نماز بی وضو بخشد

ص ۲۳۸ دل نقد جان به خاک در دلستان سپرد
بوسید آستانش و با بوسه جان سپرد
اندوه عشق بر در غم خانهٔ دلم
قفلی زد و کلید بدست فغان سپرد

مست آمدم بسیر چمن، ناگهان نسیم
رنگ از رخم ربود و به برگ خزان سپرد

ص ۲۴۰ ندارد قول این طوطی مثالان فیض گفتارم
بلی کیفیت اعجاز ما جادو نمی باشد

ص ۲۴۲ چو باده نوش کنی، در قدح ببین زنهار
مبادا چشم تو زهری بساغر اندازد

چنان به عهد تو مستور گشت شاهد راز
که از دهان سی آلوده بو نمی آید
به وصف نافهٔ زلفش نمی زنم رقمی
که بر سر قلم از مشک بو نمی آید

ص ۲۴۵ دیدند اهل دل همه را مست خواب ناز
خواب منست آنکه بخوابش کسی ندید

ص ۲۴۷ ببوئے زلف تو گر خاک میزنم بمشام
نسیم می شود و در دماغ می پیچد

ص ۲۴۹ من مرد خواب خوش نیم، لیک از هجوم بیخودی
گاهی به سهوم آشنا مژگان بمژگان میشود

ص ۲۵۰ بر زبان خامه وصف خان عالی داشتم
ناگهان خورشید لوحی ساده از تحریر شد
صاحب سیف و قلم فرزانه عبدالله خان
کز کفش هم کلک عالی رتبه، هم‌شمشیر شد

آن بلند اقبال صاحب طالع فیروز جنگ
کاتب فتح و ظفر در عهد او تفسیر شد

ص ۲۵۲ مینائے می تهی شد و از شدت خمار
مستان بدان رسیده که خون سبو خورند
عشاق را مزاج قناعت بود لطیف
تا غایتی که رنگ بپوشند و بو خورند

ص ۲۵۴ به خاک عرفی اگر طالب این غزل خواند
ز تربتش همه گلهائے آفرین روید
با دوست هم عنان به ره عیدگه شدیم
در سر خمار روزه و بر لب شراب عید

ص ۲۵۵ ما بپائے خود نه رفتیم از سر کوئے حبیب
خوئے گرم دوست از ما رنجش بیجا نمود
در بیابان فنا طالب چو بکشودم نظر
پا به چشمم سر در آمد، سر به چشمم پا نمود

ص ۲۶۸ فغان که از گل و آب صنم نمی جوشد
کرشمهٔ که شود طبع برهمن نازک
چنان گداخته جوش خیال طالب را
که مو بمو شده چون طبع خویشتن نازک

ص ۲۷۱ دل نکتهٔ بیان ز لبش کرد و من ز شوق
جستم ز جا که بوسه دهم بر دهان دل
با دل به سیر گلشن غمهائے هم شدیم
دل باغبان من شد و من باغبان دل

ص ۲۷۷ کم فروغ خرد گیرد و نور شرع پذیر
که آفتاب شریعت به از ستارهٔ عقل
گهی به مشورت شرع نیز میکن کار
تمام عمر مرو ره باستخارهٔ عقل
مپیچ گوش ارادت ز حکم نافذ شرع
که در اجارهٔ شرعی نه در اجارهٔ عقل

ص ۲۷۸ عروج پایهٔ معراج مصطفیٰ بنگر
یکے به عذر فرود آ ازیں منارهٔ عقل
به بزم شرع چو ایمانیاں در آ طالب
مکن ز دور چو یونانیاں نظارهٔ عقل

ص ۲۸۵ هر نفس عطر دماغم ز بهشت آید و من
مغز را تازه ز دود دل گلخن دارم
نه ملامت گر کفرم نه تعصب کش دیں
خنده ها بر جدل شیخ و برهمن دارم
غنچهٔ باغ مرا یاد تبسم کفرست
بس که آزردگی از ذوق شگفتن دارم

ص ۲۸۶ چساں نقاب ز رخسار دوست بر گیرم
که حسن سرکش و من موبموی محجوبم
مرا فتاده چو بینی غمیں مشو طالب
که من ز روز ازل سبزهٔ لکد کوبم

مرا از هنر هائے ایام طالب
همیں بس که خاک ره خاص و عامم

ص ۲۸۸ طالب بیا که سلسلهٔ عزم کعبه را
برهم زنیم و راه صنم خانه سر کنیم

حدیث شوق بپایان نمیرسد طالب
خموش تابکے این قصه را دراز کنیم

ص ۲۸۹ در گلستانی که من آهے کشم تا روز حشر
غنچه را حسرت فروش جلوهٔ شبنم کنم
در غمستانے که عشرت را نیابی خنده رو
من بصد جوش تبسم گریهٔ ماتم کنم
در دلم هر شعلهٔ طالب زبان ناطقیست
آه گر با این زبانها شکوهٔ عالم کنم
اضطراب خاطر از یک سوختن تسکین نیافت
آب بر آتش فشاندیم و مکرر سوختیم

ص ۲۹۰ مصلحت نیست که ما زاویه داران کنشت
بهر تعمیر حرم بتکده ویرانه کنیم
گرچه خارم نکهت گل میدهم اے عندلیب
میتوان نازم کشید آخر گلستان زاده ام

ص ۲۹۴ گفتی که باده سیر نداری مدام جام
بی او کدام باده و بی او کدام جام
این شکر چون کنیم که احباب کرده اند
بر ما حلال زهر و به زاهد حرام جام

لطف تو باده ایست گران، باده می کشند
احباب رشحه رشحه و اغیار جام جام

ص ۲۹۵ طالب از اسلام زاهد کس رخ فیضی ندید
زین سبب یک عمر با کیشش برهمن ساختیم

ص ۲۹۷ دوش ز گرمئی طلب در ته پائے آرزو
گوهر کام خویش را آبله وار سوختم
مستی طالبانه شد باعث این اثر که من
آتش باده بر کف از دود خمار سوختم

ص ۲۹۸ از تماشائے تو محروم است ورنه مردم است
قطرهٔ خون سیه در نرگس شهلائے زخم

ص ۲۹۹ شب چو با نکهت زلف تو هم آغوش شدم
بسر زلف تو سوگند که از هوش شدم
هر کجا عشق به جولانیٔ غم گشت سوار
من به فرمودهٔ دل غاشیه بر دوش شدم
با غمش دوش بخلوتگه بودم ناگاه
غم او گشت بر و دوش و من آغوش شدم

ص ۳۰۰ نه شناختن دوست بود شاهد هستی
مستی نه همین است که خود را نشناسم
طالب طلب وعدهٔ وصلی کنم امروز
من چاشنیٔ صحبت فردا نشناسم

ص ۳۰۹ دگر با دوستان لطفش عتاب آمیز می بینم
حدیثش تلخ می یابم، نگاهش تیز می بینم
نسیمے غالباً گستاخ شد بر سنبل شیریں
که رنگ کوهکن بر چهرهٔ پرویز می بینم

ص ۳۱۰ سوختم در فرقت گل، چند باشم عندلیب
میشوم پروانه خود را بر چراغے میزنم

ص ۳۱۸ شرابم برده بود از دست در بزم وصال او
نمیدانم چها گفتم، نمیدانم چها کردم

ص ۳۱۹ بغل بکشا و با آغوش خود گستاخ کن دستم
که من بسیار محجوبم، هم آغوشی نمیدانم

ص ۳۲۱ اے غم پیادهٔ ؟ نفس خویش را مسوز
آهسته تر خرام که دور است خانه ام

ص ۳۲۴ بحمد الله که در ملک سخن دستور را دیدم
همان رشک عطارد شاعر مشهور را دیدم
بچشم شوق حسن جلوهٔ او بود منظورم
بحمد الله که حسن جلوهٔ منظور را دیدم
چو در مجموعهٔ اشعار شادابش نظر کردم
بروئے صفحه جوش چشمه هائے نور را دیدم
چه خوش حالم که بعد از مدت یکساله مهجوری
خوش و خوشوقتیٔ را دیدم و لاهور را دیدم

به خسرو داشتم روئے نیازی در سخن طالب
ازو وا سوختم چوں صنعت شاپور را دیدم

ص ۳۲۵ طالب زبان طوطیٔ دهلی نژاد را
جز در دهان بلبل آمل ندیده ام

ص ۳۲۶ طالب ز سبز گلشن اجمیر چوں نسیم
مگذر، خیال کن که به آمل نشسته ایم

ص ۳۲۷ عجب که مجلس ما گرم بے پیاله شود
مگر حرارت خورشید را اجاره کنیم
نه گلفروش بما ملتفت نه باده فروش
دماغ خشک و لب تشنه را چه چاره کنیم

ص ۳۳۱ مشتاق سپردن بلبم تحفهٔ جانیست
اما چه کنم فرصت تسلیم ندارم
بالا نرود گوشهٔ ابروئے من از ضعف
مغرور نیم، قوت تعظیم ندارم

ص ۳۳۴ چوں من بدیں تن خاکی بلرزم از تپ عشق
نماز زلزله بر حلق فرض گردانم

ص ۳۳۷ از لبم بوئے شراب فتح می آید چو تیغ
شیشهٔ عشقم که جنگ سنگ با دل کرده ام
غیر دل در وادئ عشقم نشد یاری رفیق
قطع چندیں منزل و فرسنگ با دل کرده ام

ص ۳۳۸ رنگ روئے رفته را بسیار کردم جست و جو
عاقبت در پردهائے چشم گریان یافتم
در شناسائی مکن تعجیل طالب زانکه من
هر کرا کافر گمان بردم مسلمان یافتم

رویم سیه کز سادگی شرمنده کردم دوست را
او تیغ پنهان زد بدل، من زخم رسوا دوختم
از بس که چاکم بر جگر، آن غمزه بی رحمانه زد
یک‌نیمه زخم کهنه شد، یک‌نیمه را من دوختم
طالب ز بیم چشم زخم از روی دل بستم نظر
یعنی شگاف سینه را یک جا نه ده جا دوختم

ص ۳۳۹ خود را بدر صومعه گم کرده ام امروز
امید که در گوشهٔ سے خانه بیابم
بستیم دل به عشق و سراپای در گرفت
یکجا زدیم آتش و صد جا بسوختیم

ص ۳۴۱ همه با میگساران صلح جوئیم
همه با توبه کاران جنگ سازیم
دل سنگین به مے کردیم چون موم
روا نبود که بازش سنگ سازیم

ز شیخان هیچ نکشاید، بیا بزم
به گلرویان شوخ و شنگ سازیم
لب بے آب را سازیم شاداب
رخ بے رنگ را خوش رنگ سازیم

ص ۳۴۶ دیدار ترا نشهٔ خاصیت که در بزم
من باده نه نوشیدم و پیش از همه مستم

ص ۳۴۷ پیش رخش پرده گشت، ابر تر دیده ام
ورنه در آن آفتاب سوخته بودم تمام
او که گلستے شراب آتشے گردیده بود
من که کبابم کباب، سوخته بودم تمام

ص ۳۵۳ کتاب حسن تو غائب شود مرا ز نظر
دو پلک دیده مگر جلد آن کتاب کنم
زاغ از کجا و نغمه کجا، شرم ما بدار
بس نیست این که پهلوئے بلبل نشسته ایم
طالب گمان مبر که به سنبلستان هند
فارغ ز یاد گلشن آمل نشسته ایم

ص ۳۵۵ لاف دانش مزن ای عقل تنک مایه که من
چون تو صد طفل نوآموز بمکتب دارم

ص ۳۵۶ چون دماغ از نامهٔ جاناں معطر ساختم
گل بدستم بود پیش باغباں انداختم

چون نازاں بر سفیر خویشتن سوی چمن رفتم
بگوشم نالهٔ زد بلبلی کز خویشتن رفتم

ز بس ابر قدح، باران گل بارید بر خاکم
شدم رنگیں بہارے تا بروں از انجمن رفتم
ص ۳۵۷ بخود گر دیر تر باز آمدم عیبم مکن امشب
ز بوئے زلف او چوں رفتم از خود تا ختن رفتم

مگر بے‌هوش دارو داشت زلفش در گره پنهان
که تا زد بر دماغم نکهتے از خویشتن رفتم
بپائے صبر طے کردم طریق عشق چوں طالب
دم تیغ اجل برگشت از راهی که من رفتم
دماغم نافه شد چوں طے نمودم کوچهٔ زلفش
تو گفتی جمله ره در ناف آهوی ختن رفتم
نه بردم ره بمسکن تا مرا آوارگی ره زد
به غربت آنقدر رفتم که از یاد وطن رفتم
بپاس خاطر بلبل زبان و دیده و دل را
بدست باغبان بسپردم و سوی چمن رفتم

ص ۳۶۳ زیں کشاکشها که دارم درخورست اے پند گو
میکشم امروز تا فردا پشیمانی کشم

من اگر ساقیٔ مجلس شوم از بهر شگوں
اولیں جام بآں نرگس مخمور دهم

ص ۳۶۶ ز بوی زلف تو مستم، بهار را چه کنم
هلاک روئے تو ام، لاله زار را چکنم
مرا که هست خط و عارض تو سبزه و آب
کنار کشت و لب جوئبار را چکنم
نه عزتست مرادم، نه اعتبار به دهر
خوشم به خواریٔ عشق، اعتبار را چکنم
گرفتم اینکه کنم ضبط ناله در غم دوست
هجوم گریهٔ بے اختیار را چکنم

دیار خوش بود اما بشرط صحبت یار
جدا ز یار چو طالب دیار را چکنم

ز ناکسی بتو آمیزشی میسر نیست
مگر به خاک درت خون خود در آمیزم
چو خاک نیست بدستم، غبار هستی را
فراهم آرم و بر فرق خویشتن بیزم

ص ۳۶۷ هواخوش، سبزه‌خوش، کشمیرخوش، اے دل عجب نبود
که با چندیں خوشی گردد زمین و آسماں خرم
دل شاه جهاں پیوسته خرم باد چو نامش
که از دیدار او دائم شهنشه راست جاں خرم
بهار و جلوهٔ نوروز و کشمیر بهشت آئیں
بشاهنشه مبارکباد و بر شاه جهاں خرم
دل شاهنشه از شاه جهان خوش باد و او را دل
ز بال افشانیٔ شهه زاد های کامراں خرم

گهے در گوشهٔ مے خانه گاهے در چمن مستم
ندارم وضع هشیاراں، به سر مستم، به تن مستم
نه هوشم می برد عطر لباس او، نمیدانم
که از بے هوش دارو یا ز بوئے پیرهن مستم

عبیر و مشک را ایں مایه بیهوشی نمیباشد
منهه بر پیرهن تهمت که از عطر بدن مسم

ص ۳۶۸ به اندام و قدش دارند اندک نسبتی طالب
مکن عیبم گر از نظارهٔ سرو و سمن مستم
باقبال شهنشه صاحب کیفیتم یعنی
که از جام ثنائی قبلهٔ اهل سخن مستم

ص ۳۶۹ گر نداند دوست قدرم میروم زودش ز دست
در سبکروحی کم از رنگ حنائی نیستم
بلبل مستم که آهنگ فغان گم کرده ام
صد نوا دارم بلب اما زبان گم کرده ام
گرچه گلخن جائ بلبل نیست، معذورم بدار
کانچنان مستم که راه گلستان گم کرده ام
زیر هر برگے تماشائیست در گلزار و من
در چنین فصلی کلید گلستان گم کرده ام
ما و زاهد هر دو گرم جستن یک گوهریم
او همان گم کرده و من هم همان گم کرده ام
عاشق دیوان طالب در جهان از هر کنار
آنقدر دیدم که خود را از میان گم کرده ام

ص ۳۷۹ با صد هزار شعله شدم همزبان چو شمع
یک شعله را به گرمیٔ خویت نه یافتم
جستم چو طالب از همه گلها حساب حسن
در هیچ گل صباحت رویت نه یافتم
ص ۳۸۱ بخواب مار مشکیں، دوش طوق در گلو دیدم
شدم بیدار در گردن کمند زلف او دیدم

ص ۳۸۵ چو آدمی نبود ساقیا به عالم خاک
بر به عالم آبم که آدمی بینم

دیدم که در کفم دم مارست زلف یار
اما دلم نداد که از کف رها کنم

ص ۳۸۷ اگر اجازه دهی خون خود چو آب خورم
وگر اشاره کنی زهر چون شراب خورم

ص ۳۸۹ شراب غم ز رویم رنگ بیرون داده ای همدم
تو پنداری که از جام طرب کیفیتی دارم

ص ۳۹۰ خود شرح حال خویش کنم چون بیان، قلم
نبود زبان من که زبان قلم منم
رایت بر آسمان مکش ای بادشاه حسن
این رایت تو بس که به عشقت علم منم
از من شود پدید بد و نیک هر چه هست
انصاف اگر زمانه دهد جام جم منم
آوارگان عشق سر منزل جنون
از من برند راه که نقش قدم منم
آن بخت کو که در دم آخر چو جام مے
لب بر لبش گذارم و قالب تهی کنم

ص ۳۹۱ زکیفیت نرگس مست ساقی
چنانم که از یاد پیمانه افتم
نسیمم ولی آن تصرف ندارم
که منظور زلف تو چون شانه افتم

گرفتم که پروانه ام بخت آن کو
که در پای معشوق مستانه افتم

ص ۳۹۷ مے ز چشمم میدهد ساقی نمی خواهد که من
شکرگوی ساغر و ممنون مینای شوم

ص ۴۱۱ اے بوالهوس مگو که لذیذست شهد عشق
من بارها چشیدم و لذت نیافتم

ص ۴۱۲ عشقبازی هائے من، با آن گل بے رنگ و بوست
عار می آید مرا کز رنگ و بو یاد آورم
من که بے جام و سبو مستم چو مرغان بهار
ابلهے باشم گر از جام و سبو یاد آورم

گر صلح کرده ام به نسیمی ز باغ حسن
اے گل عجب مدار که مرد قناعتم
بس بے شعور می برد از راه دل بباغ
بوی بهار حسن تو ساعت بساعتم

چون اشک خود بپای تو غلطیده آمدم
گل چیده چیده از چمن دیده آمدم
این بس دلیل شوق که از آستان دوست
در خون تپیده رفتم و رقصیده آمدم
هرگه شدم به کعبه، شده کوچه ات دوچار
از وے نشان کوی تو پرسیده آمدم
طالب ز شوق بزم جهانگیر بادشاه
فرسنگها بدیدهٔ نو دیده آمدم

ص ۴۱۳ چون شوم در صف خاصان تو از شرم سفید
من که چون نامهٔ خود روئی سیاهی دارم
همه را چشم بسوئی کرم و من ز حجاب
جانب مغفرت از دور نگاهی دارم
طالب از بس که ضعیفم، چو خیالات دقیق
گه ندارم به نظر جلوه و گاهی دارم

ص ۴۱۶ نیم معجز بیان استغفر الله شاعرم طالب
ولے زین سحر با هر منکر اعجاز میکوشم
ز شاگردان سعدی می شمارم خویش را اما
بجان در احترام حافظ شیراز میکوشم

ص ۴۱۸ چشم او با دل نمیدانم چه میگوید به راز
ترک من مستست از فهم زبانش عاجزم
بهار صد چمنم در نظر گذشت و هنوز
امید نیست که یک گل ببوی او بینم
به کعبه دیده فرو بسته ام خوش آنکه ز خواب
نظر کشایم و خود را بکوی او بینم

از خود بذوق آن لب چون نوش می روم
می بینم آن تبسم و از هوش میروم
تا روز حشر بوی گلم میدمد ز جیب
با یاد او شبے که در آغوش میروم
آن باده ام که یاد لبت در سبوی خویش
می آورم بخاطر و در جوش میروم

چون می رسد بمن سخنے از لبت، ز شوق
سر پا برهنه تا بدر گوش میروم
می آیم از ادب همه ره سوی تو بچشم
وز مستی نگاه تو بر دوش میروم
رفتم شگفته دوش بخلوت ز بزم دوست
و امشب بصد شگفتگئی دوش میروم
طالب ز لذتم نبرد بهر هیچ گوش
آن نکته ام که بر لب خاموش میروم

ص ۴۱۹ سالها مے خوردم و کیفیتم حاصل نشد
خوں خورم چندے مگر کیفیتی حاصل کنم

ص ۴۲۳ ما را لب از رطوبت زمزم نگشته خشک
انصاف ده که باده بدیں لب چساں کشیم

ص ۴۲۴ دلم مساز به طعن برهنگی افگار
که گر برهنه ام آخر برهنه شمشیرم
سرم به روضهٔ جنت فرو نمی آید
که دل ربوده ز کف گلستان کشمیرم

ص ۴۲۵ با آنکه هم چو طفل خورد شیر توبه ام
دارد خطر ز بادهٔ کشمیر توبه ام
آنجا که ساقیٔ نگه او دهد شراب
نتواں نگاه داشت به زنجیر توبه ام
طالب خمار توبه شکستم که ابلهیست
در عهد بادشاه جهانگیر توبه ام

ص۴۲۶ مرا در کشف اسرار حقیقت نیست بخل اما
ترا عاشق نمی بینم، ترا مائل نمی دانم

ص۴۲۹ بآب لطف دلم شسته شد ز غم طالب
چو خاک بوس جهانگیر بادشاه شدم

ص۴۳۴ دریں عالم ندیدم آدمی، افسوس میخواهم
بداں عالم کنم پرواز شاید آدمی بینم

زهری که کرده ساقیٔ دوراں بجام ما
دل نوش نوش گفته و ما نوش کرده ایم

ص۴۳۶ صد چشمه ز چشمم بیکے نغمه کشودی
اے مطرب قدسی اثر ساز تو نازم

ص۴۴۲ عشق خونم خورده، من خاکش بلب مالیده ام
او بمن آں کرده طالب، من باو ایں کرده ام

ص۴۴۷ تا مگر چینم گلے از نوبهار حسن یار
چهرهٔ بر خاک چوں برگ خزاں مالیده ام
بوئے گل می آید از اشک جگر سیمائی من
غالباً چشمے بدست باغباں مالیده ام
لب ز آب شکوه تر ننموده ام در جام تیغ
خورده ام خونے و خاکے بر دهاں مالیده ام
آں دبیر کاملم طالب که از انشائے نظم
تیر گردوں را بشمشیر زباں مالیده ام

ص ۴۴۱ داری هوس که مطرب روحانیان شوی
دل را ترانه سنج و زبان را خموش کن
طالب حدیث دختر رز بر زبان میار
یا نسبتی به سلسلهٔ میفروش کن

ص ۴۵۴ برهمن در آستین دارد صنم پنهان و من
از غلو کفر دارم برهمن در آستین
از زبان‌دانے چو من حاضر جوابی دور نیست
طوطیم نشگفت اگر دارم سخن در آستین
نسبت چون من سبکروحے مکن با دیگران
دیگران جان در بدن دارند و من در آستین

شعله در پیراهن و دست جنون در آستین
سخت دشوار است بے چاک گریبان زیستن

در بزم شعله طاقت سیماب دیدهٔ
در سینه ام قرار دل بیقرار بیں

ص ۴۵۸ نور حسن شمع و گل تاراج کردن مفت نیست
بلبل و پروانه را ناچار باید سوختن
هر زمان صد سوختن احباب را در طالعست
کاش در عشق بتان یکبار باید سوختن

ص ۴۶۰ خشت خم آهسته برگیر اے حریف میفروش
تا بقدر ظرف ما بوی شراب آید برون

در حجاب عقل من گم گشته شوخیهائے یار
میکنم دیوانگی تا از حجاب آید برون

راه لب گیرد نفس افتان و خیزان از دلم
چون نگه کز چشم مست نیم خواب آید برون

ص ۴۶۲ بهوائے قمریانم سر بلبلان ندارم
من و یک ندائے ساده ز تو نغمهائے رنگیں

ص ۴۶۳ حسنت شکسته گرمیٔ بازار گلستان
تاراج کرده میل خریدار گلستان

طالب ز باغ دهر برون تاز چون نسیم
بلبل نهٔ مباش گرفتار گلستان

آن چنان تلخ مذاقم که لب عیش مرا
بوسه در نشهٔ افیون ننماید شیرین

طالب از تلخیٔ ایام بچشم هوسم
جلوهٔ قامت موزون ننماید شیرین

ص ۴۶۶ پردهٔ جرم و خطا را نازکی عیب است عیب
شب چو گردیدی شب تاریک می باید شدن

عمرها شد کز نیاز خویشتن بے بهره ام
ناز را آمادهٔ تحریک می باید شدن

تیغ می باید کشود و عشق می باید چشید
نیست در ترکی نمک، تاجیک می باید شدن

ایں ندا زاں عالمم هر لحظه می آید بگوش
کز بدی رنگے نه داری، نیک می باید شدن

از گلستان یقیں طالب چو گل چیدی بکام
شعلهٔ خار و خس تشکیک می باید شدن

دیده بکشا دفتر احوال ما ابتر به بیں
سر بجائے پائے بنگر، پا بجائے سر به بیں
عاشقاں را هر نفس وضعی و طرحی دیگر است
ایں دسم خنداں چو گل دیدی دم دیگر به‌بیں
سینه بے دل دیدهٔ، بنگر کنوں بے سینه دل
مجمری بے عود دیدی، عود بے مجمر به بیں

خنجرش نازست و تیرش غمزه، شمشیرش نگاه
درجهاں اے دوستاں دشمن که دارد هم‌چون‌من !
کوه بر دل در جوار کوهکن آسوده ام
اے شهیدان وفا مدفن که دارد هم چون من !
هر کرا بینی بود بر جنسی از مرکب سوار
من سوارم بر سخن، توسن که دارد هم‌چون‌من !
مانع گفتار طالب را پریشاں خاطریست
ورنه سامان گهر سفتن که دارد هم چون من

۴۷۵ در پروانه زدی شمع شب افروزے کو
همه تن عشق شدی حسن گلو سوزے کو
هدف ناوک ایما شوم از ابروی حسن
عشق چوں بانگ بر آرد که غم اندوزے کو
عیسیٰ و دوختن دلق اسیراں هیهات !
ما قبا دوز ندانیم کفن دوزے کو

معرفت سوز بسی هست یکی زان طالب
لیک در هر دو جهان معرفت آموزے کو

هزاران یوسفم جا کرده در یک پیرهن طالب
بیا بوی هزاران یوسف از یک پیرهن بشنو

ص۴۷۶ نبردی رنج استادے ز شاگردی چه می لافی
مرید کیستی اے کودک بی پیر، پیرت کو؟
دلا گر دوزخی آخر کجا شد شعله و دودت
اگر باغ بهشتی عاقبت حور و حریرت کو
گدائے ملک عشقی ورکنی دعوائے سلطانی
ز خاک غربت و داغ جنون تاج و سریرت کو
چون طالب اے که قرب مبدء فیاض می جوئی
صفائی خاطر و سوز دل و نور ضمیرت کو

ص۴۷۸ نه رخ ز کعبه نه از دیر مینمائی تو
به هیچ جای نمی یا بمت کجائی تو؟

فقیهه بے خود و واعظ خراب و مفتی مست
تو ز کدام مسلمان تری که مست نه؟

ص۴۸۵ ایما چه و اشاره کدام و کنایه چیست
در چشم او صریح سخن میکند نگاه

ص۴۸۷ ز هر در نکته‌ٔ گو با من دلخسته آهسته
مگر قفل زبان بکشایدم آهسته آهسته

مکن با دست بازی بی محابا با دلم محکم
مبادا ریزد از یک دیگر این گلدسته آهسته
دلم بشکست و آواز شکست شیشه نشنیدم
نمیدانم که دل در سینه ام بشکسته آهسته
دلم نازک چو خوئ دلبران گردیده اے همدم
ندارم طاقت حرف بلند، آهسته آهسته
نبودم آگه از سر دهانش ناگهان طالب
بگوشم گفت عشق این نکتهٔ سربسته آهسته

ص۴۸۹ دلی دارم، پریشان خاطری از دل پریشان تر
چو دستاری که مجنون بر سر ژولیده پیچیده

ص۴۹۰ چه در خواب و چه در بیداری آن زلف پریشان را
چو آه طالب آشفته هرکس دیده پیچیده

ص۴۹۹ ز فیض شکرستان سخن یا رب نصیبم ده
بیان طوطیم داری زبان عندلیبم ده

ص۵۰۰ غریبان را بهم ربطیست یارب درجهان، من هم
غریبم در صف اهل سخن، معنی غریبم ده
چون طفلان شوخ چشم وبی ادب بودم دریں مکتب
ادیبم داده فیضے، راز آداب ادیبم ده
بجز راه سخن با دوست کافی نیست عاشق را
خدایا با حبیب خویشتن قرب قریبم ده
خدایا نعمت دیدار می خواهم، نمی گویم
که از باغ بهشت خود ترنج و نار و سیبم ده

چون طالب طبع معنی آفرینم دادهٔ یارب
یکے در چرب گفتاری زبان دلفریبم ده

ص۵۰۳ منم که بے خودم از تشنهٔ خیال کسے
پری به شیشهٔ دل دارم از خیال کسے
به چاره سازیم ای هم نشیں مکش تصدیع
برو برو که تو آگه نهٔ ز حال کسے
ز آب میکده به خاک مسجدی که درو
بخون توبه لبی تر کند سفال کسے
بمکتب خرد آں طفل زیرکم طالب
که نیست گوش مرا زخم گوشمال کسے

ص۵۰۵ ایں خانهٔ رندانست هر جا که رسی بنشیں
در مجلس ما نبود بالائی و پائینی

ص۵۱۵ همه کافراں را بود رحم بر من
تو کافر چرا رحم بر من نداری ؟
شوی برق هر خرمن بی محابا
دریں دشت گویا تو خرمن نداری

ص۵۲۸ اے ذره از حرارت خورشید شکوه چند
ما جمله سوختیم و تو تنها نسوختی
طالب سموم آه منت نیم سوخت ساخت
بنشین و شکر کن که سراپا نسوختی

ص۵۲۹ تو چه نازنیں بهاری که ز پے خزاں نداری
تو چه گلشنی که داری گل و زعفراں نداری

گل تازه ات ندارد خبرے ز برگ ریزاں
همه جلوه ای بهارے ز خزاں نشاں نداری
نه تو ترک ناز گیری نه من از نیاز گردم
به تو این گماں ندارم بمن این گماں نداری
به کرشمه راز گفتن نبود مجال هر کس
نه تو بے زبانی اے دل که زبان آں نداری
دم آتشیں کشودن ز فسردگاں نیاید
به عبث ملاف طالب که تو این دهاں نداری

ص۵۳۴ سرمایهٔ عمر ابد چوں گشت آب زندگی
گویا بآب زندگی آب دهاں آمیختی !

ص۵۳۵ ساقی مدار طبع مرا در خمار مے
جامے بده که سوختم از انتظار مے
از بس قدح کشیدم و فیضے نیافتم
مے شرمسار من شد و من شرمسار مے
امروز ده پیاله که دارم دلے جواں
فردا چو پیر گشت نیاید بکار مے
اے رند مشرب این همه عجب و کناره چیست
من نیز خصم توبه ام و دوستدار مے
روز ازل که چشم من و مے بهم فتاد
هم مے شکار من شد و هم من شکار مے
چنداں منوش مے که شود بر تو مے سوار
چنداں بنوش مے که تو باشی سوار مے

رباعیات

طالب نے رباعیاں بڑی چھوٹی عمر میں کہنا شروع کر دی تھیں جیسا کہ اسکی مندرجہ ذیل رباعی سے استنباط ہوتا ہے۔ ممکن ہے اسکی بیشتر رباعیاں اسی عمر میں کہی گئی ہوں۔

ص ٥٦٥ در جہل گذشت سال عمرم از بیست
باید همه دیده گشت و بر من نگریست
آں تخم نکشتم که پس از مرگ تواں
بر تربت من نوشت کیں مشهد کیست

ایک رباعی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسکا اوائل عمر کا کلام صنف رباعی میں تھا۔ اور جب اس نے میدان سخن میں قدم بڑھایا تو اول اول رباعیاں ہی کہیں۔ کہتا ہے:—

ص ٥٧٣ من تازه بہار بوستان سخنم
افروخته شمع دودمان سخنم
عنقائے فصاحت آشیان سخنم
سوگند به جان تو که جان سخنم

اصناف سخن میں رباعی کو ایک خاص رتبہ حاصل ہے۔ یہ وہ میدان ہے جہاں شاعر پختگی کے بعد قدم رکھتا ہے جبکہ وہ مشق سخن کی تمام منزلیں طے کر چکا ہوتا ہے مگر ہمارا شاعر تو اس میدان میں قدم رکھتے ہی رباعیاں کہنا شروع کر دیتا ہے۔ چار مصرعوں کی بساط ہی کیا ہے۔ لیکن اس مختصر

اور تنگ چار دیواری کے اندر معارف و حقائق کی بستیاں آباد نظر آتی ھیں۔ اور اس چھوٹے سے چوکھٹے میں مصوری کے ایسے نادر اور مکمل نمونے جڑے جاتے ھیں کہ اھل نظر نقش بدیوار ھو کر رہ جاتے ھیں۔

ھمیں یہ بھی پتہ چلتا ھے کہ طالب ایران چھوڑنے کے وقت رباعی کہنے پر کافی دسترس رکھتا تھا۔ یہ اسکا بچپن کا زمانہ تھا۔ یہ خیال کہ طالب کا ابتدائی کلام رباعیات پر مشتمل تھا۔ اسکی تصدیق مندرجہ ذیل رباعی سے ھوتی ھے۔ یہ بھی ممکن ھے کہ ایران چھوڑنے پر اس نے اس صنف شاعری کو بھی خیرباد کہدیا ھو۔ کم از کم ورود ھندوستان کے بعد بہت کم رباعیاں لکھی ھوں۔

۵۸۲ طالب گل این چمن بہ بستان بگذار
بگذار کہ میشوی پشیماں بگذار
ھندو نبرد تحفہ کسے جانب ھند
بخت سیہ' خویش بایراں بگذار

اس بات کی مزید تصدیق کہ اس نے رباعیاں ایران ھی میں لکھیں اس رباعی سے بھی ھوتی ھے جس میں اس نے اھل توران کو خطاب کیا ھے ۔

۵۹۳ طالب ببر از یاد پریشانی را
طی کن ورق بی سر و سامانی را
بکشائی زباں کہ اھل توراں بینند
دستاں زنیٔ بلبل ایرانی را

مگر یہ بات کہ اس نے ورود ہندوستان کے بعد رباعی نہیں کہی کچھ درست نہیں معلوم ہوتی۔ ایک تو رباعی شاعری کی ایسی صنف ہے کہ شاعر کے لئے اس کا ترک کرنا ذرا مشکل ہے،۔ جوں جوں خیالات پختہ ہوکر ایک مستقل فکر کی شکل اختیار کرتے ہیں کلام رباعی کی شکل میں ابھرتا ہے۔ چنانچہ ایک دو رباعیوں سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ طالب نے ہندوستان پہنچکر بھی رباعیاں لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے —

ص۶۰۰ در بزم جہانگیر شہ، آں نور آلہ
کردم ز دریچۂ ادب دوش نگاہ
در گوش صراحیٔ مرصع گفتم
بزم افروزی تو لیکن از پرتو شا

طالب میدان شاعری میں آنے کے بعد جب صنف رباعی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اپنی آمد کا اعلان یوں کرتا ہے —

ص۶۰۹ ناگفتہ چو طوطی بہ سخن می آیم
ناخواندہ چو بلبل بہ چمن می آیم
ہر جا کہ نشان یوسفی می شنوم
چوں گرگ بہ بوئے پیرہن می آیم

ص۶۰۷ فصاد بہ نشتر از رگت خوں آورد
یا آب رخ بادۂ گلگوں آورد
در بحر گفت چو نیش غواصی کرد
گوہر بلباس لعل بیروں آورد

ص ۵۴۰ این دیدهٔ تر گهی که ماتم گیرد
طوفان را پیش اشک خود کم گیرد
گویند ز بحر، ابر نم گیرد لیک
ابریست مرا که بحر ازو نم گیرد

ص ۵۴۱ ما باده ز دست در جوانی ندهیم
یک جرعه بعمر جاودانی ندهیم
زان می که خمارش چو خمار اجلست
یک قطره بآب زندگانی ندهیم

ص ۵۴۲ از میکده ساختم جهان دگرے
وز طارم تاک آسمان دگرے
گر عمر امان دهد چو ستان سازم
از رشتهٔ آه کهکشان دگرے

ص ۵۴۴ طالب دل و دین در ره سودایش ریز
جان در سر کوچهٔ تماشایش ریز
دل را که به صد پرده نهان میداری
یکسر قطرهٔ اشک ساز و برپایش ریز

ص ۵۶۲ گفتی مئے لطفت همه در جام کنم
یک بوسه ز پائے خویشت انعام کنم
بوسیدن آن پائے بدین لب ستم است
بنشین که لبی ز برگ گل وام کنم

ص۵۶۳ من کیستم آخر ز کجا می آیم
کاشفته چو طرهٔ صبا می آیم
مانا که بخواب دیده باشم خود را
خوش در نظر خود آشنا می آیم

ص۵۸۲ ای سوز غم ترا بدل ساز دگر
رخش ستم ترا تگ و تاز دگر
هر ناز که همدوش تو آید بخرام
آویزهٔ دامنش بود ناز دگر

ص۵۹۳ من باغ زمانه را بهار آوردم
من رنگ بروئی روزگار آوردم
این طرز سخن که درمیانست امروز
آییست که من بروئی کار آوردم

آن کیست شراب معرفت را ساقی
مسمومان را کرده دمش تریاقی
زین دست بزرگی به جهان نیست مگر
فخر السادات میر عبدالباقی

ص۶۰۵ اے صبح تبسم ترا حلقه بگوش
گوهر بلباس سخنت جلوه فروش
خود گو که چگونه سر نساید به سپهر
خورشید که با تو میرود دوش بدوش

ص۶۱۱ دی مے زدم و هرزه ورائی کردم
تا ممکن بود ژاژ خائی کردم

در پیش خدایان و رسولان سخن
خاکم بدهن که خود ستائی کردم

ص۶۲۳ اے مه که بدیں خوبیت آراست بگوی ؟
بستان ترا که نخل پیراست بگوی ؟
شاخ گلت از چه گلستان خاست بگوی
طاؤس کدام گلشنی، راست بگوی

ص۶۲۹ ما عهد بزلف پرشکست تو کنیم
از زهد و ریا توبه بدست تو کنیم
هر صبح کنیم نیت روزه و شام
افطار به زهر چشم مست تو کنیم

اشاریه

(الف)

ابوالقاسم میر ۱۵
احمد گلچین معانی ۳۶
اعتماد الدوله ۳۸، ۴۶
اکبر آعظم ۲۶
امان الله ۲۶
امام الدین ۵۹
اورنگ زیب عالمگیر ۴۵
اقبال ۵۶
ایڈورڈ براؤن ۱۶
ایران ۱۲، ۱۳، ۱۴
آزرده ۵۶
آگره ۱۴
آمل ۱۱، ۱۳، ۱۴

(پ)

پنجاب ۱۵

(ت)

تقی الدین اوحدی ۳۶
توران ۱۴

(ج)

جهانگیر نورالدین شهنشاه ۱۱، ۱۵، ۲۶، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۴، ۴۵، ۴۶
جهانشاه صالح ۱۰

(ح)

حسرت ۵۶
حسام الدین راشدی ۴۷
حسن سادات ناصری ۱۹
حکیم رکنا ۲۴, ۲۵
حکیم نصیرا ۲۷
حکیم قطبا ۲۷
حکیم نظام الدین علی کاشی ۱۹

(خ)

خلیفه عبدالحکیم ۴۵
خواجه قاسم ۳۹

(د)

دلی ۰۴
دیانت خان ۴۰
دارایوش صبور ۱۰

(ر)

رفیق خاور ۱۲
ریاض ۵۹, ۶۰

(ز)

زیب النساء ۵۹, ۶۰

(س)

ستی خانم ۲۷, ۲۸
سعید نفیسی ۱۰
سلیمان ندوی ۶۰

نمدہ ۳۳, ۳۴, ۳۵, ۳۶, ۳۷

(ش)

شاہ جہان ۲۵
شاہ پور طہرانی ۳۴
شاہ عباس صفوی ۱۵, ۱۶
شاہ نواز خان ۲۷
شبلی نعمانی ۱۶, ۵۶

(ص)

صباح الدین عبدالرحمن ۲۶
صہبائی ۵۶

(ض)

ضیاء الدین حکیم ۲۷

(ط)

طالب ۱۱, ۱۲, ۱۳, ۱۴, ۱۵, ۱۶, ۱۷,
۱۸, ۲۳, ۲۴, ۲۵, ۲۶,
۲۷, ۲۸, ۲۹, ۳۰, ۳۱,
۳۲, ۳۳, ۳۴, ۳۵, ۳۶,
۳۷, ۳۸, ۳۹, ۴۰, ۴۱,
۴۲, ۴۳, ۴۴, ۴۵, ۴۶,
۴۷, ۴۸, ۴۹, ۵۰, ۵۱,
۵۲, ۵۳, ۵۴, ۵۵, ۵۶,
۵۷, ۵۸

(ع)

عاقل خان ۲۷

عبدالنبی فخر الزمانی قزوینی ۱۴, ۱۵
عبیدالله خان ۳۷, ۳۹, ۴۲, ۴۴
عرفی ۴۴
عنایت الله خان ۲۷

(غ)

غازی خان ترخان ۱۵, ۲۳, ۲۹, ۳۳, ۳۴, ۳۵
غالب ۵۶, ۵۷
غلام مصطفی تبسم ۱۶, ۴۷

(ق)

قندهار ۱۴, ۱۵, ۳۳, ۳۴, ۳۵, ۳۶, ۳۸

(ک)

کاشان ۱۴, ۱۵
کراچی ۱۳
کشمیر ۴۲, ۴۳
کشن چند ۵۹

(گ)

گجرات ۳۷, ۴۲
گرامی ۵۶

(ل)

لاهور ۴۰
لطف الله مهندس ۶۰

(م)

مازندران ۱۳, ۱۴
محمد حسین آزاد ۱۵, ۱۶, ۳۰, ۳۹
محمد اکرام ۱۶
محمد شفیع ۱۹
مرو ۱۴
مرزا صائب ۳۷
مشهد ۲۷
ملکشن خان ۱۴, ۱۵, ۱۸, ۲۳
ملا شیدا ۳۶
ممتاز الزمانی ۲۸
موسن ۵۶
مهابت خان ۲۶

(ن)

ناصر علی ۵۹
نورجهان بیگم ۳۶
نصرة الله کاسمی ۱۰

(و)

وحشت ۵۶

کتابیات

۱ — ارمغان پاک مولفه شیخ محمد اکرام - اداره مطبوعات پاکستان کراچی - ۱۹۵۳ -

۲ — افکار غالب مولفه خلیفه عبدالحکیم مکتبه معین الادب اردو بازار - لاهور - ۱۹۵۴

۳ — آتشکده آذر نسخه خطی سنٹرل میوزیم کراچی -

۴ — آتشکده آذر، بکوشش حسن سادات ناصری انتشارات امیر کبیر - ایران - ۱۳۳۸ شمسی

۵ — بزم تیموریه مصنفه سید صباح الدین عبدالرحمن دارالمصنفین اعظم گڑھ - هندوستان - ۱۹۴۸ء

۶ — تذکره میخانه تالیف ملا عبدالنبی فخر الزمانی قزوینی باهتمام گلچین معانی از انتشارات شرکت نسبی حاج محمد حسین اقبال ایران ۱۳۴۰ شمسی -

۷ — تذکره میخانه تالیف ملا عبدالنبی فخر الزمانی قزوینی باهتمام محمد شفیع ایم - اے - کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاهور ۱۹۳۶ء

۸ — تذکره شاعرات اردو مولفه محمد جمیل بریلوی -

۹ — تزک جهانگیری -

۱۰ — خزانه عامره -

۱۱ — دیوان خطی طالب آملی مملوکه شیخ محمد دین ایم - اے

۱۲ — زخیرة الخوانین تالیف شیخ فرید بهکری

۱۳ — کلمات الشعراء مصنفه محمد افضل سرخوش بتصحیح صادق علی دلاوری مطبوعه عالمگیر پریس لاهور ۱۹۴۲ء

۱۴ — ماثر الاکرام مصنفه میر غلام علی آزاد بلگرامی تصحیح عبدالله خان و مولوی عبدالحق، رفاع عام پریس لاهور - ۱۹۱۳ء

۱۵ — ماثر الامرأ

۱۶ — مخزن الغرائب

۱۷ — مقالات الشعراء تالیف میر شیر علی قانع مقدمه و تصحیح پیر حسام‌الدین راشدی - سندهی ادبی بورڈ - کراچی ۱۹۵۷ء

۱۸ — نتائج الافکار تذکره مرتبه قدرت الله گوپاموی -

۱۹ — نگارستان پارس مصنفه محمد حسین آزاد -

۲۰ — Persian Poets of Sind By Sada Rang Sind Adabi Board, Karachi.

۲۱ — A Literary History of Persia By E. G. Browne.

۲۲ — مرزا غازی ترخان اور اسکی بزم ادب از پیر حسام الدین راشدی سنده ادبی بورڈ حیدر آباد (زیر طبع)

۲۳ — شعرالعجم - حصه سوئم - شبلی نعمانی معارف آعظم گڑھ ۱۹۲۰ء

مصنف کتاب ھذا کی دیگر تصنیفات

۱ — معارف النفس — مجلس اخوان الصفا کراچی۔

۲ — معارف الآثار — ندوۃ المصنفین دھلی۔

۳— ESSAYS ON ISLAM
Din Muhammadi Press, Karachi.

۴— HISTORICAL DISSERTATIONS
Pakistan Historical Society, Karachi.

۵— RANI KOT
(The Largest Fort in the World)
Iqbal Academy, Karachi.

صاحب طرز نثر نگار اور شاعر ابن انشاء مرحوم
کی [illegible] کتاب انجمن ترقی اردو ہند
کی لائبریری کو پیش کی جاتی ہے